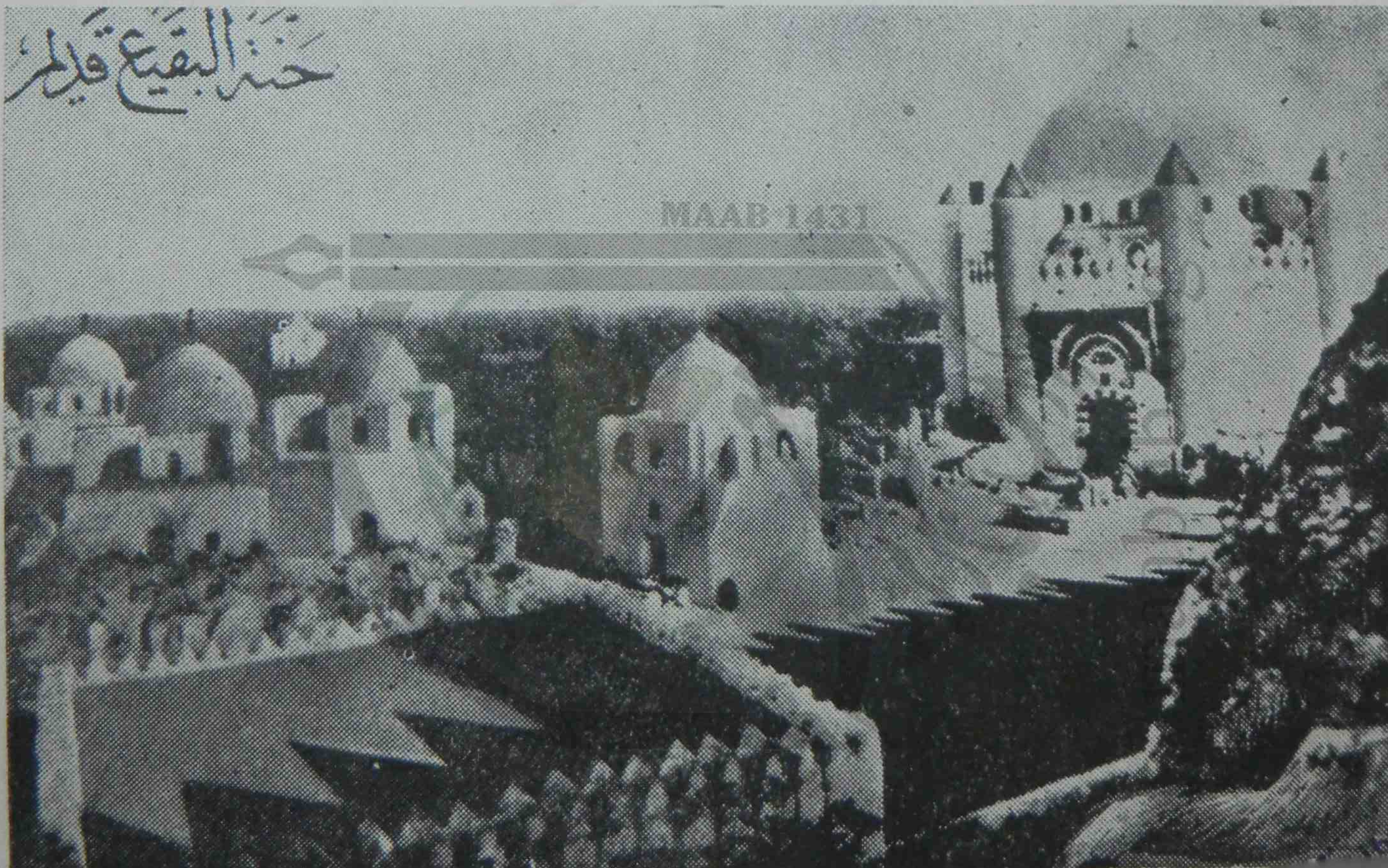
انمول موتی

مرتبہ

عمدہ شعر حاجی ناصر علی ذبوحی


جنة البقيع قدیم

۷۸۶

انمول موتی

ترتیب شدہ

محمد جعفر حاجی نذر علی دیوجی

مطبوعہ: مسلم پرنٹنگ پریس کراچی

عرضِ حال

الحمدللہ والمنۃ کہ عرصہ چار سال سے محفلِ مقاصدہ بسلسلۂ ولادتِ باسعادت روشنیٔ چشم رسولؐ جگرِ گوشۂ بتولؑ دلبندِ علیؑ مرتضیٰ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام سید الشہداؑ بشورہ جناب شاداں صاحب مرحوم بحسن وخوبیٔ شعرائے کرام و سامعینِ عظام کے پرخلوص تعاون سے انجام پا رہی ہے ہمیں گوارا نہ ہوا کہ حسنِ عقیدت کے پھول بکھرے پڑے رہیں سوچا کہ ان بیش بہا پھولوں کو جن کی خوشبو ایمان کو تازگی بخشتی ہے انھیں یکجا کرکے سبدِ گل میں محفوظ کرلیا جائے اس سے کم از کم دو فائدے ہوں گے اوّل یہ کہ محفل کے جملہ قصائد کتابی شکل میں آجانے سے محفوظ بھی رہیں گے اور مومنین کی بزم کی زینت کا باعث ہوں گے۔ دوم ان گلہائے عقیدت کو جو انھوں نے خدمتِ امامؑ میں پیش کئے ہیں انھیں گلدستہ کی صورت میں خدمتِ جنابِ خاتونِ جنت میں پیش کردیا جائے، ممکن ہے کہ اس کی خوشبو چہاردہ معصومینؑ کو پسند آجائے اور یہی نجات کا باعث ہو۔ ہمارے اس نیک خیال کو عملی جامہ پہنانے میں جناب صدرِ محفل و شعرائے کرام نے پرخلوص تعاون سے کام لیا جس کی تصویر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی اس تعاون کا سلسلہ یوں ہی قائم رہے گا۔

محمد جعفر حاجی نذر علی و برادران

سال اوّل سنہ ۱۹۶۰ء اسمائے شعرائے کرام

احسان صاحب امروہوی
ارم صاحب لکھنوی
ثمر صاحب ہوشنگ آبادی
محمد جعفر بھائی جعفر
حسین بلتستانی
حسن الحسن صاحب نقوی
حشم صاحب لکھنوی
دلشاد صاحب
زاہد صاحب فتحپوری
ساجد صاحب
سخن صاحب فتحپوری
شوق صاحب
صابر صاحب تھاریانی
مولانا صفدر حسین صاحب صفدر

ظفر صاحب جونپوری
عروج صاحب بجنوری
کامل صاحب جوناگڈھی
رضا القمن صاحب
محب صاحب حیدرآبادی
معشوق علی صاحب
ڈاکٹر منظور مہدی صاحب
ناصر صاحب کاسگنجوی
نفیس صاحب فتحپوری
وصی صاحب فیض آبادی
ہمدم صاحب فیض آبادی
ڈاکٹر سیّد یاور عباس صاحب
(صدر محفل مقاصدہ)

۴۸۶

محفل مقاصدہ منعقدہ ۱۹۵۹ء

مصرع طرح: حسینؑ محسنِ اسلام بن کے آئے ہیں

" ہوئے جب مرتضیٰؑ کے دوسرے نورِ نظر پیدا

احسان امروہوی

محسنِ کونین

رہِ وفا میں کچھ ایسے مقام آئے ہیں
جہاں حسینؑ ہر اک غم پہ مسکرائے ہیں

لباس کس کے بہشتِ بریں سے آئے ہیں؟
کسی کے یوں بھی مشیت نے ناز اٹھائے ہیں؟

حسینؑ کہہ کے جہاں بھی قدم جمائے ہیں
نفس نفس پہ زمانے کے ہوش اڑائے ہیں

ہر ایک دل میں ہر اک آنکھ میں سمائے ہیں
حسینؑ عالمِ روحانیت پہ چھائے ہیں

علیؑ کے دوسرے قائم مقام آئے ہیں
ہر ایک درد کا درماں بھی ساتھ لائے ہیں

جو محسن بن کے زمین و زماں پہ چھائے ہیں
وہ ایک نور کے چودہ لطیف سائے ہیں

جہاں جہاں قدمِ دہر ڈگمگائے ہیں
وہاں وہاں ترے نقشِ ثبات پائے ہیں

اٹھا سکا نہ زمانہ سوالِ بیعت کا
ترے جوابِ مقدس نے سر جھکائے ہیں

فرازِ طور پہ اپنا سکے نہ جن کو کلیمؑ!
وہ جلوے ہم نے ترے آستاں میں پائے ہیں

بھڑک رہے تھے جو دنیا میں کفر کے شعلے
ترے لہو نے وہ آتشکدے بجھائے ہیں

حسینؑ تیرے ہی ہاتھوں میں نبضِ فطرت ہے
مزاج تو نے ہی وحدانیت کے پائے ہیں

کہاں سے پائی فرشتوں نے قوتِ پرواز
یہ کس نے بازوئے فطرس کو پر لگائے ہیں؟

اسے حسینؑ کا اِک زندہ معجزہ کہیئے
اثر کہاں سے یہ خاکِ شفا میں آئے ہیں؟

یہ دیکھنا ہے رہِ حق میں ہے ثبات کسے؟
یہ جانچنا ہے قدم کس کے ڈگمگائے ہیں؟

میرے حسینؑ جہاں کے حسینؑ سب کے حسینؑ
تری نگاہ کے انداز کس نے پائے ہیں

یہ کارنامۂ عزم و عمل جزاک اللہ!
خوشی سے تو نے قیامت کے غم اٹھائے ہیں

وہی تو قرب ہے اربابِ دل کا باطن میں
وہ فاصلے جو بظاہر نظر نے پائے ہیں

جہاں جہاں بھی زمانے نے ہم کو ٹھکرایا
وہاں وہاں ہمیں سرکار یاد آئے ہیں

ہر ایک قوم و قبیلہ ہر ایک فرد نثار
"حسینؑ محسنِ اسلام بن کے آئے ہیں"

دلوں کو بخشی ہے یہ کس نے درد کی دولت؟
یہ چشمِ شوق نے موتی کہاں سے پائے ہیں؟

ہوائے شرک کے جھونکے ارے معاذ اللہ!
کن آندھیوں میں چراغِ وفا جلائے ہیں

یہ کس کے خونِ وفا کا ہے پرتوِ دلکش؟
شفق نے جلوۂ رنگیں کہاں سے پائے ہیں؟

maablib.org

ہر ایک دور میں دنیا نے امتحاں لئے
کہیں قدم تری الفت میں ڈگمگائے ہیں؟

بتا رہی ہے یہ بزمِ ولا کی جلوہ گری
کہ اک چراغ نے لاکھوں دیئے جلائے ہیں

وہ جن کے نور سے دنیا نے روشنی پائی
انہیں کی قبر کے روشن نشاں مٹائے ہیں

مچل رہے ہیں جو موت و حیات کے جلوے
دل و نگاہ سے کس نے حجاب اٹھائے ہیں؟

پڑا وہ عکس بساطِ زمینِ کرب و بلا
ستارے چرخ پہ رہ رہ کے جھلملائے ہیں

سکھا گیا ہے یہ آدابِ سرفروشی کون؟
یہ زندگی میں سلیقے کہاں سے آئے ہیں؟

اثر ہو کیوں نہ دلِ دردمند پر احسانؔ؟
یہ شعر درد کے سانچے میں ڈھل کے آئے ہیں؟

حق نما

آرم لکھنوی

یہ کس کی آمد آمد کا ہے گلشن میں افر پیدا؟
جدھر دیکھو ہوئی ہے چشمِ نرگس میں نظر پیدا
ہوا یہ کون بحرِ غم میں تابندہ گہر پیدا؟
ہوئی ہے ساتھ جس کے اہلِ دل کی چشمِ تر پیدا
نبیؐ اور فاطمہؑ کے ساتھ دیکھا دو اماموں نے
ہوا ہے تیسرا بُرجِ امامت کا قمر پیدا
یہی وہ حق نما حق کوش و حق آگاہ و حق بیں ہیں
کہ جن کے فیض سے ہوتی ہے چشمِ حق نگر پیدا
انھیں کے جد کی پیدائش فقط منظورِ خالق تھی
ہوا جن کے سبب سے کل جہانِ خشک و تر پیدا
انھیں کی ماں نے پایا ہے شرف خاتونِ جنّت کا
انھیں کے باپ کی خاطر ہوا کعبے میں در پیدا
انھیں کی چاکری جبریلؑ کا رتبہ بڑھائے گی
انھیں کے فیض سے فطرس کے ہونگے بال و پر پیدا

نچھاور جو کرے گا حق پہ اپنے دل کے ٹکڑوں کو
ہوا ہے فاطمہؑ زہرا کا وہ لختِ جگر پیدا
یہی وہ ہے کہ جس نے دے کے اپنا درد دنیا کو
کیا ہے مستقل گویا علاجِ دردِ سر پیدا
نگاہِ مہراں کی وہ شعاعِ مہر گستر ہے
دلِ دشمن میں بھی جس نے کیا ہے اپنا گھر پیدا
امامت نے کیا کس ناز سے یہ سلسلہ قائم
ہوا ہے مرتضیٰؑ کا دوسرا نورِ نظر پیدا
بڑھا انسانیت کا مرتبہ مولود کے دَم سے
ہوا عزّت پناہِ ملّتِ خیر البشر پیدا
مسرّت سے نگاہیں اٹھ گئیں سارے زمانے کی
ہوا جب مرضئِ خالق کا منظورِ نظر پیدا
حسینؑ ابن علیؑ آئے حسینؑ ابن علیؑ آئے
در و دیوار سے ہے اس شہادت کا اثر پیدا
جو سیدھی منزلِ حق کوشش پر انساں کو لیجائے
ہوئی نقشِ قدم سے ان کے ایسی رہگزر پیدا

رسول اللہ کی سعیٔ رسالت مٹ کے رہ جاتی
نہ ہوتا فدیۂ ذبحِ عظیم اے دل اگر پیدا
ہو جتنا ناز ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو، کم ہے
وہ جس کے منتظر تھے، اب ہوئی اسکی خبر پیدا
تنِ اسلام کو کوئی مرض اب ہو نہیں سکتا
ہوا ہے خانۂ مرسلؐ میں ایسا چارہ گر پیدا
نہ ہوگا کارگر اب وار کوئی تیغِ باطل کا
حفاظت کے لئے حق کی ہوئی ہے وہ سپر پیدا
دیا ہو امتحانِ صبر جس نے اتنی عظمت سے
ہوا ہے کب کوئی دنیا میں ایسا بے جگر پیدا
چمن ایسا لگایا کربلا میں شاہؑ والا نے
ہوا ہے جس میں کیا کیا مرضیٔ حق کا ثمر پیدا
مکمل وعدۂ حق یوں بھی ہوتا ہے زمانے میں
شکستِ ظاہری سے ہو کے رہتی ہے ظفر پیدا
نظر والے بہت ہیں یوں تو کہنے کو زمانے میں
نہیں ممکن کہ ہو ان کا سا اندازِ نظر پیدا

یہ بیٹھے بیٹھے کیوں آیا خیال روضۂ حضرت
زیارت کی ہوئی ہے آرزو دل میں مگر پیدا

عجب کیا ہے فرشتے ان کو بھر ندرے جائیں
جو میری چشم گریاں میں ہوں اشکوں کے گہر پیدا

ہماری بے خودیِ شوق کو مولا سمجھتے ہیں
وہی اک چیز ہے لیکن اِدھر پنہاں اُدھر پیدا

چلے جاتے ہیں بہلاتے ہوئے دل ہم غم شہ سے
ہوا ہے شوق کے رستے میں اپنا ہمسفر پیدا

مکمل امتحانِ خونِ ناحق جس میں ہو جائے
خدایا جلد کر دے شامِ غم کی وہ سحر پیدا

غمِ شاہِ شہیداں کی یہ ادنیٰ سی عنایت ہے
جو کی ہے جذبۂ دل نے نگاہِ معتبر پیدا

ارم یہ آج کس کا یوم میلادِ مبارک ہے
کہ ہے دنیائے غم میں جذبۂ راحت اثر پیدا

پیغام

ثمر ہوشنگ آبادی

جہاں میں آج شہِ مشرقین آئے ہیں
کہ جن سے سارے زمانے نے فیض پائے ہیں

خوشا نصیب کہ ہم اُس سے لَو لگائے ہیں
کہ جس دیئے نے بہتّر دیئے جلائے ہیں

مثالِ وحیِ الٰہی نبیؐ کے گھر میں حسینؑ
خدائے پاک کا پیغام بن کے آئے ہیں

بتولؑ! دولتِ کونین مل گئی تم کو
تمہاری گود میں دو دو امام آئے ہیں

حسینیت نے ابھارا ہے آدمیت کو
حسینیت نے زمانے کے دل بڑھائے ہیں

شفق ہے آپ کی شہرت کی منزلِ اوّل
حسینؑ! آپ تو ہفت آسماں چھائے ہیں

بتا رہی ہے یہ عزمِ حسینؑ کی تاریخ
یزیدیت نے ہزاروں فریب کھائے ہیں

کوئی حسینؑ کے احساں بھلا نہیں سکتا
حسینؑ سب کی مصیبت میں کام آئے ہیں
یہ کس کی آتی ہے آواز کربلا سے شمر
یہ کس نے ہاتھ ہماری طرف بڑھائے ہیں؟

بہارِ خاص

محمد جعفر بھائی جعفر

زمین و آسمان تارے ہوئے شمس و قمر پیدا
نہ ظلمت مٹتی گر ہوتے نہ شاہِ بحر و بر پیدا
خدا کا دین مٹ جاتا محمدؐ بھی نہ یاد آتے
نہ ہوتا گر زمانے میں انوکھا یہ بشرؑ پیدا
چمن میں ہے مہک ایسی خدا خود یاد آتا ہے
حسینی خون نے پھر سے کیا دیں کا شجر پیدا
چمن میں تھی بہارِ خاص کلیاں مسکراتی تھیں
ہوئی جب تیسری شعباں کی دنیا میں سحر پیدا
نہ سمجھا تھا نہ سمجھے گا کوئی کیا راز ہے اس میں
زبانِ مصطفیٰؐ سے کیوں ہوئے شیر و شکر پیدا

نبیؐ کا قول ہے قولِ خدا وَالنجم میں دیکھو
مودّت ان کی ہے واجب ہے کیوں پھر شور و شر پیدا؟

محمدؐ مصطفےٰ کو اور علیؑ، زھراؑ و شبّرؑ کو
مبارکباد کیوں ملتی نہ ہوتے شاہ گر پیدا

شجاعت میں، سخاوت میں قناعت اور عبادت میں
ہوا تھا اور نہ ہوگا کوئی شہ سا نامور پیدا

پڑھو ابنا ٔنا اکسٹھویں آیت آلِ عمراں کی
بتاتی ہے ہوا ہے آج احمدؐ کا پسر پیدا

صبر و رضا

حسن الحسن نقوی

حسینؑ محسنِ اسلام بن کے آئے ہیں
رضا و صبر کا پیغام بن کے آئے ہیں

جھکی تھی حکمِ خدا پر جبینِ اسمٰعیلؑ
وہ ابتدا تھے، یہ انجام بن کے آئے ہیں

ہمسفر

محمد حسین خان حسین بلتستانی

کہ حق نے عبادت کیلئے جن و بشر پیدا

ہدایت کے لئے اس نے کئے پیغامبر پیدا

محمدؐ، فاطمہؑ، حیدرؑ، حسینؑ و حضرت شبیرؑ

انھیں کے واسطے حق نے کئے ہیں خشک و تر پیدا

نہ مانیں حکم جو ان کا عداوت ان سے جو رکھیں

کیا اللہ نے اُن کے لئے قعر سقر پیدا

مگر اس دور میں ہم دوستو! سب کچھ بھلا بیٹھے

فقط یہ فکر ہے کیسے کریں دنیا میں زر پیدا

نہ اب تبلیغ دیں ہے اور نہ کچھ فکر شریعت ہے

ہوئے ہیں جب سے واعظ کچھ یہاں پر بیشور پیدا

حقیقت دین کی کیا ہے سمجھ لیں گر چہ دنیا میں

تو پھر قہر الٰہی کا بھی ہوگا دل میں ڈر پیدا

مرے ہر فعل میں ہر کام میں ہو جب ریا شامل

تو پھر کیسے بھلا ہوگا دعاؤں میں اثر پیدا!

کرو تعمیرِ قصرِ دین و ملّت کا کوئی ساماں
تم اپنی زندگی کی خود کرو شام و سحر پیدا
نہ دیکھو سوئے مغرب جانبِ مشرق نظر رکھّو
بہت ممکن ہے عالم میں ہو کوئی دیدہ ور پیدا
اکیلے جاؤ گے منزل کٹھن دشوار ہیں راہیں
کرو اپنے لئے جانے سے پہلے ہمسفر پیدا
نہ کیوں مسرور ہوں اے دوستو ہم آج دنیا میں
ہوا ہے تیسرا اپنا جہاں میں راہبر پیدا
مبارک اے محمد مصطفےٰ کے ماننے والو!
ہوا زخمِ دلِ اسلام کا اب چارہ گر پیدا
سلام اے محسنِ اسلام اے فرزندِ پیغمبرؐ
نہ رہتی دین کی دنیا نہ تم ہوتے اگر پیدا
مٹایا تم نے سر دے کر جہاں سے فتنۂ باطل
قیامت تک نہ ہوگا تم سا کوئی نامور پیدا
حسینؑ بے نوا کی صرف اتنی سی تمنا ہے
مرے زخمِ جگر کے واسطے ہو چارہ گر پیدا

حسین نذر

نہیں دعویٰ مجھے اس کا کہ ہوں میں اجلے تن والا
تکبر بھی نہیں اس کا کہ ہوں شفاف من والا
خدا بہتر سمجھتا ہے کہ کیا ہوں اور کیسا ہوں
مجھے اتنا ہی کافی ہے کہ میں ہوں پنجتن والا

حشم لکھنوی

غزم البشر

نظر میں کس کے جلووں سے ہوا حسنِ نظر پیدا
کہ راتیں جگمگا اٹھیں ہوا نورِ سحر پیدا
چمن کی ہر روش پر کاروانِ رنگ و بو ٹھہرا
بہارِ باغ میں ہونے لگی شانِ دگر پیدا
شعاعِ نور میں تحلیل ظلمت ہو گئی آخر
کمالِ حسنِ رنگیں نے کیا حسنِ سحر پیدا
نئی صورت سے تاریخِ افق کی تیرگی بدلی
سپہرِ وقت پر ہونے لگے شمس و قمر پیدا
جہانِ خاک کے تاریک ذرے بن گئے تارے
زمیں کے سنگریزوں سے ہوئے لعل و گہر پیدا

چمن میں دیکھ کر رنگینیٔ پرواز کا عالم
ہوئے ہر طائرِ تصویر کے بھی بال و پر پیدا
یہ کس نے پھونک دی روحِ نمو پژمردہ غنچوں میں؟
ہوا پھولوں میں کیوں فضلِ بہاراں کا اثر پیدا؟
یہ کس کے دیکھنے کو جاگ اٹھی سوئی ہوئی دنیا؟
یہ کس کے خیر مقدم کو ہوئے قلب و نظر پیدا؟
ہوئی کس کے نقوشِ پا سے راہِ معرفت روشن؟
ہوا کس کے قدم سے یہ چراغِ رہ گذر پیدا
دلِ حق آشنا میں قوتِ ایماں ابھر آئی
ہوا چشمِ حقیقت بیں میں عرفانِ نظر پیدا
علیؑ جھومے مسرت سے نبوتؐ وجد میں آئی
ہوا جب فاطمہؑ کا دوسرا نورِ نظر پیدا
حسینؑ ابن علیؑ فرزند زہراؑ سبطِ پیغمبرؐ
بڑے ناموں کے حلقے میں ہوا وہ نامور پیدا
جہانِ ظلم و استبداد کی فطرت بدلنے کو
ہوا صبر و تحمل کا امام معتبر پیدا

شہادت کس کی تھی جس سے بقا اسلام نے پائی
ہوا کس کے لہو سے گلشنِ دیں میں ثمر پیدا؟
ابد کیا جس سے مابعدِ ابد تک ہو گیا روشن
کیا شمعِ امامت نے وہ نورِ معتبر پیدا
قدم اُس کے کچھ ایسے سینۂ گیتی کو راس آئے
جہاں ہوتے نہ تھے ہونے لگے گلہائے تر پیدا
ہوئیں اس کی نظر سے منزلیں ادراک کی روشن
نگاہوں کے افق پر ہو گئے شمس و قمر پیدا
جبیں ایسی کہ جس کے نور سے راہیں منور ہوں
قدم ایسے کہ جن قدموں سے ہو اوجِ بشر پیدا
تصور کے افق کی روشنی کا اب تقاضا ہے
زمینِ شعر سے ہو مطلعِ صبحِ دِگر پیدا
ہو ساقی اب نظر میں وہ مئے عرفاں اثر پیدا
کہ جس سے کیف کی لہریں ہوں تا حدِ نظر پیدا
وہ مے کیا جس کو پی کر بے خودی دیوار بنجائے
پلا وہ مے کہ ہو خلدِ بریں کا جس سے در پیدا

نظر جھومے، قدم بہکیں، دل و جاں رقص میں آئیں
خِرد قربان ہو جس پر وہ ہو سودائے سر پیدا

اشارے چشمِ ساقی کے سمجھ میں اِس طرح آئیں
کہ ساقی خود پکار اُٹھے ہوا اب دیدہ ور پیدا

مئے رنگیں میں گم ہو کر خیالات اس طرح ابھریں
کہ جیسے چرخ کے تارے اِدھر غائب اُدھر پیدا

لکھوں جوشِ عقیدت میں وہ مطلع اب حبیب جس سے
سخن کی روح جھومے اور ہو کیفِ دگر پیدا

ہوا جب باعثِ صد افتخارِ بحر و بر پیدا
کیا طوفان نے خود موجوں میں ساحل کا اثر پیدا

حوادث پر ہمیشہ نوعِ انساں مسکرائے گی
کیا قلبِ بشر میں تو نے وہ عزمِ بشر پیدا

ترے رنگِ تبسم سے گلستاں میں بہار آئی
ترے حسنِ تکلم سے ہوئے گلہائے تر پیدا

ہوئے سطوت سے تیری زرد چہرے اہلِ دولت کے
ہوا عظمت سے تیری ظالم کے سینے میں ڈر پیدا

ترے کردار کی رفعت سے ایسی روشنی نکلی

کیئے ظلمت میں جس نے سینکڑوں شمس و قمر پیدا

ترا ہی نام لے کر ہر قدم پر ہم بڑھے آگے

ہوئی جب زندگی میں کوئی راہِ پُرخطر پیدا

یقیناً کربلا کی خاک پر اس کی بنا ہوگی

خدا کی مصلحت سے ہو نیا کعبہ اگر پیدا

کیا محسوس بعدِ کربلا کم بخت دنیا نے

بڑی مشکل سے ہوتی ہے زمانے میں سحر پیدا

حسینؑ ابن علیؑ کے ذکر کی تکمیل ناممکن

اگر ہم مر کے بھی ہو جائیں پھر بارِ دِگر پیدا

مری ممنت اک آنکھوں کی محبت کا سلام اُس پر

کیئے ہیں جس کے غم نے میرے اشکوں کے گہر پیدا

دعا ہے خالقِ ارض و سما سے اہلِ دنیا کی

کہ دنیا میں نہ ہو اب پھر کوئی امکانِ شر پیدا

طوافِ کربلا کی آرزو کا یہ تقاضا ہے

کہ ہو از غیب میرے واسطے زادِ سفر پیدا

حشم صدقہ میں سمجھوں گا اُسے آلِ محمدؐ کا
اگر کردے خدا مجھ بے ہنر میں بھی ہنر پیدا

جعفر

صرف اللہ اللہ کہکر کے اللہ کو منانا مشکل ہے
بے آلِ محمدؐ احمدؐ کو اپنا بھی بنانا مشکل ہے
جب آل نہیں احمدؐ بھی نہیں احمدؐ جو نہیں اللہ بھی نہیں
جب تک نہ ہوں سب کے سب راضی فردوس میں جانا مشکل ہے

آل کو جو بھی نہ سمجھا تو نہ سمجھا کچھ بھی
کیا کہوں اس کو سمجھ کر جو نہ سمجھا کچھ بھی
جو محمدؐ کو سمجھتا ہے نبیؐ برحق
گر نہ وہ آل کو مانے تو نہ سمجھا کچھ بھی

محمد جعفر

سمجھ کر نا سمجھ بن کر غلط کو سچ بناتے ہیں
حدیثِ معتبر اپنی وہ جھوٹی خود بتاتے ہیں
محبت میں کسی کی خود وہ دشمن بن کے اپنے
وہ اب معصوم کے درجے سے احمدؐ کو گراتے ہیں

جو سچ پوچھو تو گویا ہو گئے شمس و قمر پیدا
ہوئے جب مرتضیٰؑ کے دوسرے نورِ نظر پیدا
خدا کی شان آئے جان دینے امتِ جد پر
ہوا ہے اور نہ ہوگا اب کوئی ایسا بشر پیدا

ناخدائے معتبر

سید کرار حسین زاہد فتحپوری

کسی کے دل میں ہوتا ہے اگر عزمِ سفر پیدا
تو ہو جاتی ہے ہر ہر گام پر اک رہگذر پیدا

محبت ہی سے ہوتی ہے نگاہِ معتبر پیدا
اگر جلوے کا ارماں ہے تو کر ذوقِ نظر پیدا

ہراساں کیوں ہے اے دل تیرگیٔ شامِ فرقت سے
کہ ہوتی ہے اسی ظلمت کے پردے سے سحر پیدا

بڑھیں حد سے سوا جب شام کی تاریکیاں ہر سُو
ہوئے ہیں خانۂ زہراؑ سے آثارِ سحر پیدا

مدینے سے گھٹائیں جھوم کر اٹھیں بہار آئی
نہ اہلِ درد گھبرائیں ہوا ہے چارہ گر پیدا

غبارِ ظلم و استبداد میں انسانیت گم تھی
ہوا ہے جادۂ انسانیت کا راہبر پیدا

ادھر منجدھار میں جب آگیا اسلام کا بیڑا
کیا اللہ نے اک ناخدائے معتبر پیدا

سکھائے گا جو سر دے کر طریقے زندگانی کے
بفضلِ حق ہوا ہے وہ امامِ بحر و بر پیدا

حسینؑ ابنِ علیؑ آئے امام ابن امام آئے
ہوا تھا جن کے بابا کے لئے کعبے میں در پیدا

وہ خاکِ کربلا جس میں ہوا ان کا لہو شامل
بنی خاکِ شفا جس میں ہوا طرفہ اثر پیدا

دلوں پر حکمرانی ہوگی جس کی تا ابد زاہد
ہوا وہ آج دنیا میں شہِ جنّ و بشر پیدا

روحِ آدمیّت

ساجد رضوی

یہ مانا گو بہار آئی، ہوئی تازہ سحر پیدا
فضاؤں میں نہ جانے کیوں ہے کچھ غم کا اثر پیدا

نبیؐ کے گھر ہوا ہے آج وہ رشکِ قمر پیدا
نہ ہوگا بزمِ امکاں میں کوئی ایسا بشر پیدا

مبارک ہو تمہیں بے چارگانِ امتِ عاصی
خدا نے کر دیا ابنِ علیؑ سا چارہ گر پیدا

حقیقی خوابِ ابراہیمؑ نے تعبیر پائی ہے
ہوا ہے تیسرا نخلِ امامت میں ثمر پیدا
وہ کیا سمجھے غمِ شبیرؑ کیا ہے عشق کیا شے ہے؟
نہ ہو جب تک کسی میں وسعتِ قلب و نظر پیدا
دلِ بےتاب کی حسرت ہے خاکِ کربلا دیکھوں
ابھی میں اڑ کے جا پہنچوں اگر ہوں بال و پر پیدا

عجیب شان سے کی شرحِ داستانِ حیات
کہ جھوم جھوم اٹھا عزمِ رہروانِ حیات
حسینؑ آپ کے صدقے میں مل گئی منزل
کہاں کہاں نہ بھٹکتا یہ کاروانِ حیات

تشنہ لب رہ کے مسکراتے ہوئے
بحرِ غم سے گذر گئے شبیرؑ
ہاں! مگر روحِ آدمیت کو
خوں سے سیراب کر گئے شبیرؑ

باچشمِ تر

سخن فتحپوری

بہار آئی ہوئے اشجار میں برگ و ثمر پیدا
ہوئے فیضِ نمو سے بازوئے فطرس میں پر پیدا

ذبیح اللہ جس کی مبتدا تھے بدوِ خلقت سے
ہوئی ہے آج اُنھی کی ہمنشیں گویا خبر پیدا

کیا خالق نے جس کو زینتِ تاجِ شہنشاہی
ہوا بحرین سے وہ آج تابندہ گہر پیدا

یہ ادنیٰ سی تھی اک معجزنمائی عہدِ طفلی میں
گنہ بخشے گئے فطرس کے پھر سے بال و پر پیدا

شہنشاہی اسے کہتے ہیں ہر اِک دل پہ سکہ ہے
نہ ہوگا تا ابد ایسا جہاں میں ذی اثر پیدا

ثباتِ نفس و استقلالِ ہمت اور شجاعت میں
نہ دنیا کر سکی شبیرؑ سا کوئی بشر پیدا

یہ اعجازِ حسینی ہے بظاہر ہار کر جیتا
دلِ شبیرؑ دیکھو اور کرو ذوقِ نظر پیدا

بھلا دنیا کی دولت کیا سمائے شہ کی نظروں میں
جہاں ٹھوکر لگائیں ہوں وہیں پر سیم و زر پیدا

جہاں ہم نے اٹھایا ہاتھ دے کر واسطہ شہ کا
وہیں ہونے لگا گویا دعاؤں میں اثر پیدا

ملائک کہہ رہے ہیں چل کے دیکھو خانۂ زہراؑ
خدا نے ایک ہی گھر میں کیئے شمس و قمر پیدا

کسی کی ہم کو پتھرائی ہوئی آنکھوں سے کیا مطلب
غمِ شبیرؑ نے ہم کو کیا با چشمِ تر پیدا

سخن ہمکو ملیں آنکھیں برائے اشک افشانی
ہوئے ہیں غم اٹھانے کے لئے قلب و جگر پیدا

احسان امروہوی

روشنی کچھ بھی نہ تھی شمعِ ولا سے پہلے
ظلمتِ عام تھی اربابِ وفا سے پہلے
پردے اٹھ جائیں گے خود تابِ نظر پیدا کر
آنکھ کو غسل تو دے اشکِ عزا سے پہلے

شوق

درِ حسینؑ

حسینؑ خانۂ خیر النساءؑ میں آئے ہیں
رسولؐ تیسری بار آج مسکرائے ہیں
یہ نغمے بلبلِ سدرہ نے آج گائے ہیں
کہ باغِ فاطمہؑ زہرا میں پھول آئے ہیں
چراغ وہ ہوا روشن رسولؐ کے گھر میں
کہ ہر طرف درو دیوار جگمگائے ہیں
ازل کے دن سے امامت ملی ہوئی ہے انہیں
ذرا سی عمر ہی میں معجزے دکھائے ہیں
یہ رازِ صبحِ ولادت سے ہو گیا روشن
حسینؑ شام کی ظلمت مٹانے آئے ہیں
خوشی کا روز ہے دینِ محمدیؐ کے لئے
"حسینؑ محسنِ اسلام بن کے آئے ہیں"
وہ کون ہے جو کرے تم سے ہمسری مولا
تمہارے در پہ فرشتوں نے سر جھکائے ہیں

دُرِ حسینؑ کو اللہ نے فضیلت دی
یہیں سے راستے فردوس کے بنائے ہیں
بجز حسینؑ مجھے کچھ نظر نہیں آتا
حسینؑ ہی مری نظروں میں اب سمائے ہیں

بادہ کشوں میں آج بڑی دھوم دھام ہے
ساقی کی سمت دل ہیں نظر سوئے جام ہے
قدسی بھی ٹوٹے پڑتے ہیں اور مومنین بھی
میخانۂ حسینؑ علیہ السلام ہے

خوشی سے رنج اٹھائے کوئی تو ہم جانیں
خود اپنے گھر کو لٹائے کوئی تو ہم جانیں
بشر جہاں میں خدا بھی بنا نبی بھی بنا
حسینؑ بن کے دکھلائے کوئی تو ہم جانیں

صابر تھاریانی

امتیازِ خیر و شر

ہوئی اہلِ بصیرت میں نئی حدِّ نظر پیدا
نیا ذوقِ نظر لے کر ہوا جب دیدہ ور پیدا

نہ کرتا پنجتن کو خالقِ یکتا اگر پیدا
نہ لیتا کوئی نام اِن کا نہ ہوتے خشک و تر پیدا

ازل کا عہد پورا کر دیا کس شان سے شہ نے
خدائی میں ہوا ہوگا نہ ایسا معتبر پیدا

نبوت اور امامت شاد ہیں حق کی عنایت پہ
ہوا عصمت کے دریا میں شہادت کا گہر پیدا

عمل تیرا حسینؑ ابن علیؑ فرقانِ کامل ہے
ہوا تیرے ہی دم سے امتیازِ خیر و شر پیدا

جہاں سینوں میں پتھر تھے وہاں چشمے ابلتے ہیں
ہوا ہے تشنگیِ کربلا سے یہ اثر پیدا

شکستِ ظاہری کھا کر کریگا سر وہ میداں کو
نئے انداز سے دیکھو ہے عنوانِ سحر پیدا

عبادت فخر کرتی ہے شجاعت ناز کرتی ہے
جدا ہوگا جو سجدے میں ہوا وہ آج سر پیدا
کرے گا ناز جس پر حشر تک انسانیت کا دل
خدائی میں ہوا ہے آج وہ فخرِ بشر پیدا
نظر آنے لگے ہیں اِن کے جلوے بے حجابانہ
ہو یا رب! طاقتِ دیدار ہیں تابِ نظر پیدا
ضیائے کربلا میں زندگی کا ماحصل دیکھوں
خداوندا! میرے دل کو ہو وہ ذوقِ نظر پیدا
درِ جابر پہ صابر سر جھکائے! ہے یہ ناممکن
ہوا کردارِ اصحابِ حسینی سے اثر پیدا

حسین بلتستانی

نگاہِ حق سے اگر بار یاب ہو جائے
تو ذرّہ اپنی جگہ آفتاب ہو جائے
وہ زورِ علم و عمل دے خدا! کہ عالم میں
حسینیوں کا مشن کامیاب ہو جائے

دادگر

سید صفدر حسین رضوی صفدر

خزاں بدلی بہاروں سے ہوئی رنگین سحر پیدا
گئے آزار نرگس کے ہوئے جب چارہ گر پیدا

بہار آئی، ہوا بدلی، ہوئے برگ و ثمر پیدا
کہو اہل گلستاں سے کریں ذوقِ نظر پیدا

قبائے گل کی سرخی بن گئی یاقوت رحمانی
کئے شبنم کے قطروں نے گلستاں میں گہر پیدا

غلیلِ اطلس و دیبا بچھے ہیں فرشِ گلشن میں
نمو سے ہو گیا سبزہ چمن میں تا کمر پیدا

کنارِ آب جو باندھیں قطاریں سروِ گلشن نے
کئے قامِ فطرت نے نئے دربان و در پیدا

کہیں ہیں آسمانی گل، کہیں ہیں زعفرانی گل
کیا جذب و کشش نے نہر میں سیال زر پیدا

بہار آتے ہی شاخوں پر نوا سنجِ چمن چہکے
زمانے میں کہاں ہوتے ہیں ایسے باخبر پیدا؟

خزاں کی چیرہ دستی نے کیا تھا باغ کو ویراں
چمن میں نرگسِ شہلا ہوئی بارِ دگر پیدا

نوا سنجِ چمن نے داستانِ عشق چھیڑی ہے
گلوں کے حسنِ رنگیں نے کئے اہلِ نظر پیدا

فلک پر کہکشاں ہے باغ میں رنگین جلوے ہیں
اِدھر بھی رہگذر پیدا اُدھر بھی رہگذر پیدا

بجائے تارِ دامن ہاتھ پہنچا ہے رگِ جاں تک
جنونِ فتنہ ساماں میں ہوا کتنا اثر پیدا

نویدِ عیشِ گلزاروں سے پہنچا باغِ جنت میں
شمیمِ جانفزا نے کر دئے ہیں نامہ بر پیدا

کھلا ہے اِس طرف لالہ اُدھر شبنم کے موتی ہیں
گلستاں میں بہاروں نے کئے لعل و گہر پیدا

بہت تھا ناز لالے کو جمالِ چند روزہ پہ
تفاخر کا ملا بدلہ ہوا داغِ جگر پیدا

قبائے گُل کے گل بوٹے خجل اطلس کو کرتے ہیں
گلوں کی خوش لباسی نے کئے اہلِ ہنر پیدا

پڑھو صفدر کوئی مطلع ہوئی تشبیب طولانی

پڑھیں صلوات محفل میں ہو اتنا تو اثر پیدا
مبارک اہلِ گلشن ہو گیا وہ دیدہ ور پیدا

نگاہِ معرفت میں جس سے ہے حسنِ نظر پیدا
مہِ شعباں کی سوم کو ہوا رشکِ قمر پیدا

اگر ہو شوقِ نظارہ کرو تابِ نظر پیدا
ہوا فضلِ خدا سے مالکِ ہر خشک و تر پیدا

تصدق میں ہوئے جس کے جہاں کے بحر و بر پیدا
عجب کیا ہے نگارستانِ فطرت جگمگا اُٹھے

علیؑ و فاطمہؑ کے گھر ہوا وہ سیمبر پیدا
مبارک باد دینے کو علیؑ کے در پہ جب پہنچا

جبیں سجدے لگی کرنے ہوا ایسا اثر پیدا
ہر اک جانب مسرت ہے بہت شاداں رسالت ہے

ہوا ہے آج عالم میں امام بحر و بر پیدا
نبیؐ شاداں علیؑ شاداں جنابِ فاطمہؑ شاداں

ہوا ہے مجمع البحرین کا یکتا گہر پیدا

منور ہو گیا عالم چمک سے روئے زیبا کی
چھٹی ظلمت زمانے کی ہوا روشن قمر پیدا

اگر وَالّیل گیسو ہیں تو رُخ وَالشّمس کی صورت
تماشا ہے ہوئی ہے ایک جا شام و سحر پیدا

اٹھائیں سر نہ سجدے سے نبی کو حکم خالق ہے
عبادت کھیل ہے جس کا ہوا ایسا بشر پیدا

سخاوت میں ہیں لاثانی کرم ان کا نہیں فانی
خدا شاہد ہوا ہے بیکسوں کا چارہ گر پیدا

صراطِ حق کے سالک ہیں یہی جنت کے مالک ہیں
غلام ان کے کریں کس واسطے خوفِ سقر پیدا

ملی جاگیر جنت کی بنی تقدیر ملت کی
نہیں انصاف کو خطرہ ہوا ہے داد گر پیدا

کہاں تک مدح غائب مدحِ حاضر میں پڑھو مطلع
سوادِ شام سے ہو جائے اب نورِ سحر پیدا

تری اُلفت کی خاطر ہو گئے قلب و جگر پیدا
ترے غم میں بہانے کو ہوئی خوں چشم تر پیدا

تمہاری ناز برداری بھی کیا کارِ رسالت ہے
ہوئے تھے کیا اسی کے واسطے خیر البشرؐ پیدا؟
سواری کے لئے مچلے تو ناقہ بن گئے احمدؐ
تری راحت کا ہر ساماں کرے خیر البشر پیدا
لئے بچے کو ہرنی خود چلی آئے سرِ محفل
یہ جذبہ کر دے حیواں میں تمہاری چشمِ تر پیدا
وسیلہ جب بنایا تم کو فطرس نے شفاعت کا
تمہارے ہی تصدق میں ہوئے تھے بال و پر پیدا
ترے دم سے ہے خونِ زندگی رگہائے ایماں میں
ترے جلووں نے کی شبہائے کاذب میں سحر پیدا
تمہارے خون کی ہیں سرخیاں دامانِ گردوں پر
شفق بن کر ہوا کرتی ہیں ہر شام و سحر پیدا
عوض میں گر ذبیح اللہ کے دیتے نہ سر اپنا
نہ ہوتے نسلِ ابراہیمؑ میں خیر البشر پیدا
سبھی کو فیض پہنچا ہے تمہارے در سے اے مولا
ہماری آہِ سوزاں میں بھی ہو جائے اثر پیدا

مریضِ دل ہوں اک چشمِ عنایت اپنے صفدر پر
کہ ہو اس ناتواں میں قوتِ قلب و جگر پیدا

حیاتِ معتبر

سید مظفر حسین زیدی ظفرؔ جونپوری

ہوا کرتی ہے سوزِ غم سے توفیقِ نظر پیدا
نظر کی روشنی کرتی ہے باتوں میں اثر پیدا

جبیں جھکتی ہے باتوں میں اگر تاثیر ہوتی ہے
ہر اک ذرے میں ہو جاتی ہے شانِ سنگِ در پیدا

جو ذروں میں ہو شانِ سنگِ در سجدوں کی بن آئے
وہی سجدہ کہ جس سجدے سے ہو شانِ بشر پیدا

بشر کی منزلِ رفعت ذرا پوچھو فرشتوں سے
یقیں عزم سے کی جس نے دنیائے دگر پیدا

وہ دنیا جس میں اندیشے نہیں باطل پرستی کے
جہاں پر حق پرستی نے کیا اپنا اثر پیدا

جہاں فتنے اٹھا سکتے نہیں سر اپنا وہ دنیا
جہاں پر ہے سکونِ دل سے جذبِ معتبر پیدا

جہاں اسلام کی تہذیب کا سورج چمکتا ہے
جہاں ہوتا ہے حُسنِ زندگی کا راہبر پیدا
جہاں یہ کوششِ پیہم محمدؐ اور حیدرؑ کی
کیا کرتی ہے احساسِ حیاتِ معتبر پیدا
حسنؑ کے بعد جس دنیا میں ایسی ذات آئی ہے
کہ جس کی ہر ادا سے ہے قیادت کا ہنر پیدا
علیؑ کے گھر ہوئے ہیں آج شاہ بحر و بر پیدا
خدا رکھے! ابھی فطرت کے ہوں گے بال و پر پیدا
جو احمدؐ کا نواسہ فاطمہؑ کے دل کا ٹکڑا ہے
ہوا ہے خانۂ عصمت میں وہ نورِ نظر پیدا
وہی جو ہے حسنؑ کا قوتِ بازو زمانے میں
وہی جس کی بدولت ہوگا پھر عزمِ دگر پیدا
وہی جو بڑھ کے ہوگا ناخدائے کشتیٔ امت
وہی جس کے سبب ہوگا اثر میں پھر اثر پیدا
وہی جو روند ڈالے گا غرورِ شوکتِ باطل
وہی جو اپنی کوشش سے کرے گا رہگزر پیدا

وہی جو زندۂ جاوید ہو جائے گا سر دے کر
وہی جس کے لہو سے ہوں گے آثارِ سحر پیدا

وہی جو قلتِ تعداد سے ہو گا نہ افسردہ
وہی جس کے عمل سے ہو گا عزمِ پختہ تر پیدا

وہی کردار جس غازی کا اپنائے گا دشمن کو
کرے گا حرؓ کے قلبِ پاک میں سوزِ دگر پیدا

وہی جو صبر و استقلال کے جوہر دکھائے گا
وہی جس کے قدم سے ہو گی منزل ہائے ظفر پیدا

عروجِ منزلت

عروج بجنوری

حسینؑ آئے زمانے میں ہوا نورِ سحر پیدا
اندھیرے میں اجالا کر رہا ہے رہگذر پیدا

فنا کر دے گا جو تاریکیاں کفر و ضلالت کی
ہوا ہے مصطفٰےؐ کے گھر میں وہ رشکِ قمر پیدا

جہاں میں ہر طرف انسانیت ہو جائے گی روشن
ہوئی ہے کربلا کی خاک سے ایسی سحر پیدا

اسی کی آبرو بے مثل نکلی بحرِ عالم میں
ہوا ہے فاطمہؑ زہرا کے گھر جو بھی گہر پیدا

زمانے کو چلو ہم نے قیامت تک کی مہلت دی
زمانہ کر تو لے حسنینؑ سے شمس و قمر پیدا

سناتے ہی رہیں گے داستانِ کربلا ہم بھی
کرے دنیا اگر کرتی ہے پتھر کے جگر پیدا

حسینی کارواں نے سر کٹا کر دیں بچایا ہے
ہوئی ہے خون کر کے ماہ و انجم کا سحر پیدا

وہی ماحول ہے پھر کربلا کے نقش ابھر آئیں
حسینؑ ابن علیؑ سا کوئی ہو جائے اگر پیدا

صدا جبریلؑ دیتے ہیں کہ لو تم کو مبارک ہو
ہوا درد دلِ اسلام تیرا چارہ گر پیدا

ثنائے آلِ احمدؐ سے وہی محروم رہتے ہیں
کہ جن کے دیدۂ دل میں نہیں ہوتی نظر پیدا

عروجِ منزلت جن کا زوالوں سے نہیں واقف
مدینے میں ہوا کرتے ہیں ایسے خاص کر پیدا

رہبرِ دین

کامل جوناگڑھی

ہوا جب مرتضیٰ کا دوسرا نورِ نظر پیدا
ہوا اک اور بھی تاریکیوں کے دل میں ڈر پیدا

ہوا خاتونِ جنت کے وہ گھر سے ابرِ تر پیدا
بجھی وہ آگ جو تھے کر چکے اہلِ سقر پیدا

عیاں ہے صورتِ خیر البشرؐ شبیرؑ و شبرؑ ہیں
ہوئے خیر البشرؐ کے گھر میں دو خیر البشرؑ پیدا

پکارا دینِ حق اب رہبری ہے پیروی اس کی
ہوا ہے فضلِ حقؐ سے رہبروں کا راہبر پیدا

وہ ہیں شبیرؑ پشتِ صاحبِ مہرِ نبوتؐ پہ
اٹھو دیکھو ذرا لوگو! کرو دل کی نظر پیدا

پیام ان کا یہ پہنچائے گا گمراہانِ امت کو
ہوا پیغمبروں کے شاہؐ کا پیغام بر پیدا

جو خوب اس مہرِ دیں سے ظلمتِ دنیا کو سمجھے ہیں
ہوئے ہیں آدمی کی شکل کے وہ جانور پیدا

اڑائے جو پئے شبیرؑ بے پر کی، فنا ہوگا
قضا آتی ہے جب ہو جاتے ہیں چیونٹی کے پر پیدا

ہے داغِ عشقِ شاہِ کربلا ہر قلبِ مومن میں
کئے ہیں بیشمار اس ماہِ زہراؑ نے قمر پیدا

امیرِ شام نے تو روزِ دیں کی شام کر دی تھی
مگر شبیرؑ نے سر دے کے پھر کر دی سحر پیدا

شہیدوں کو ہوا یوں صبحِ جنت دن قیامت کا
کہ اس کی ہو چکی تھی کربلا میں دوپہر پیدا

پکڑ لو دامنِ آلِ عبا مضبوط ہاتھوں سے
بغیر اس کے نہیں ہوتا دعاؤں میں اثر پیدا

وہی کامل بشر ہے جس میں خُو خیر البشر کی ہو
وہی شر البشر ہے جو بشر کرتا ہے شر پیدا

نشانِ فوجِ ستم خاک میں ملائے ہیں
غرور و بد عملی کے محل گرائے ہیں
ہے اُن کے حسنِ عمل سے عیاں بوجہ حسن
"حسینؑ محسنِ اسلام بن کے آئے ہیں"

زمین پر حضرتِ زہراؑ کے جب دو چاند اتر آئے ٭ تمنا ظلم کے اندھیر کی کیا خاک بر آئے
اگر نمرودیت کی آگ ادھر جلتی ہے جلنے دو ٭ ادھر دیکھو کہ گلزارِ خلیلی میں ثمر آئے

سید رضا لقمن

نیّرِ اعظم

کیا یوں حق نے اوّل مصطفےٰ سا دیدہ ور پیدا
کہ کرنا تھا اسے شبیرؑ سا عالی گہر پیدا

محمدؐ جا کے سجدے میں کریں جس کی رضا جوئی
زہے قسمت مشیت ہو گئی مثلِ بشر پیدا

فلک پر دین کے طالع ہوا وہ نیّرِ اعظم
کئے ذروں سے جس کے نور نے سترّ قمر پیدا

زبانِ حال سے کہتے ہیں ماضی اور مستقبل
ہوا ہے آج یکسر مصدرِ انرِ بشر پیدا

وہ عالم کا ولی ٹھہرایا حق نے باپ کو ان کے
ہوئے جو صرف اس بنیاد پر خود ان کے گھر پیدا

بنایا ان کی ماں کو اس نے پانچوں تن کا وہ مرکز
طہارت جن کی چادر میں ہوئی یوں سر بسر پیدا

بڑے بھائی نے پائی ہے بزرگی اولیت کی
ہوئے باغِ علی میں بن کے جو پہلا ثمر پیدا

بنے اک نورِ یزداں سے یہ دونوں چاند کے ٹکڑے
ہوئے جو صورتِ تفسیرِ والشق القمر پیدا
تعال اللہ کیا پایا ہے پایہ ان سواروں نے
ہوئے جن کا شتر بننے کو خود خیر البشر پیدا
یہ ہیں وہ پانچ نوری تن بنے جو مرکزِ عالم
خدا نے جن کی جانوں کو کیا ہے جان کر پیدا

نانا نبیؐ ہیں باپ امامِ انام ہیں
اور بھائی بھی امامِ مبیں لاکلام ہیں
وہ چند نور ہے کے حسینؑ آرہے ہیں آج
خود بھی امام صاحب بیٹی بھی تو امام ہیں

حسین نذر

کس کو کہتے ہیں وفا سمجھا دیا عباس نے
مرنے جینے کا سبق سکھلا دیا عباس نے
واہ رے شانِ شجاعت واہ رے دریا دلی
فتح کر کے نہر کو ٹھکرا دیا عباس نے

محب حیدرآبادی

انسان گر

ہوا ہے مجمع البحرین سے پھر اک گہر پیدا
منوّر بیت زہراؑ ہے ہوا رشکِ قمر پیدا
ملائک آسماں سے تہنیت کے واسطے آئے
وہ ہوئے جب مرتضےؑ کے دوسرے نورِ نظر پیدا
گنہگارانِ امّت کے لئے جو حق کی رحمت ہے
وہ بچہ جس کے صدقے میں ہوئے فطرس کے پر پیدا
وہ بچہ جس کی مادر سیدہ ہیں دونوں عالم میں
جو خود سردارِ جنت ہے ہوا وہ سیم بر پیدا
پدر ہے جس کا شیرِ حق جو مولا ہے دو عالم کا
ولادت کے لئے جن کی ہوا کعبے میں در پیدا
وہ بچہ جس کے نانا افضل و بہتر خلائق سے
وہ ہستی جس کے صدقے میں ہوئے کل بحر و بر پیدا
بنا ہو خوابِ ابراہیم کی تعبیر جو بچہ
ہوا وہ آج ہی کے دن رسولِ حق کے گھر پیدا

حدیثِ مصطفےؐ کی رو سے سیّدؑ ہے شہیدوں کا
جو حمزہ سے بھی افضل ہے ہوا وہ ذی اثر پیدا
سبق انسانیت کا دے گیا جو رہتی دنیا تک
ہوا خیر البشر کے گھر میں وہ انسان گر پیدا
شفا دی ہے خدا نے جس ولی کی خاکِ تربت میں
دعا گر تحتِ قبہ ہو تو ہوتا ہے اثر پیدا
محبّ خوش ہو پھر آئی تیسری تاریخ شعباں کی
ہوا شبیر جیسا آج زھراؑ کے پسر پیدا

معشوق علی

اِلہام

حسینؑ محسنِ اسلام بن کے آئے ہیں
خدا گواہ خوش انجام بن کے آئے ہیں
خدا کے ہاتھ کی صمصام بن کے آئے ہیں
اور اس کے شیر کا ضرغام بن کے آئے ہیں
کتابِ حق کا نہ کیوں ان کی ذات ہو مفہوم
کہ خود معانیٔ اسلام بن کے آئے ہیں

وجودِ حق کا یقیں اِن کے دم سے ہے راسخ
کہ یہ ازالۂ اوہام بن کے آئے ہیں

یہ پشت پر ہوں تو سجدہ بحکم رب ہو طویل
نبیؐ کے حق میں یہ اِلہام بن کے آئے ہیں

عمل ہے خیرِ عمل اور عزم عزمِ خیر
جہانِ خیر بہ اندام بن کے آئے ہیں

وہ جن کے واسطے پیدا ہوئے ہیں شمس و قمر
مدارِ گردشِ ایام بن کے آئے ہیں

ہے اس جہان میں ہر اک اسی کا شیدائی
یہ ایک عاشقِ آلام بن کے آئے ہیں

جتانے آئے عمل سے کہ دارِ دنیا ہیں
ہم آفتاب لبِ بام بن کے آئے ہیں

جہاں میں شوقِ شہادت جو کھینچ لایا ہے
کمالِ عشق کا انجام بن کے آئے ہیں

منیٰ میں عشقِ حقیقی کے ہونے کو قربان
حسینؑ فدیۂ اسلام بن کے آئے ہیں

برائے داخلۂ کعبۂ فنا فی اللہ

یہی تو منزلِ احرام بن کے آئے ہیں
جسد میں دینِ محمدؐ کے روح پھونکنے کو
مسیحِ عالمِ اسلام بن کے آئے ہیں

عزت خدائے پاک نے کیا پنجتن کو دی
اگلے کسی نبی کو نہ دی ایسی برتری
ہر اک نبی رہا ہے ثنا خوانِ پنجتن
عیسیٰؑ ہیں پنجتن ہی کے پوتے کے مقتدی

احسان امروہوی

حسینؑ ہی سے محبت حسینؑ ہی سے خلوص
حسینؑ ہی ہیں خلوص و محبتِ کونین
جہاں خلوص و محبت نہیں حسینؑ نہیں
جہاں خلوص و محبت وہاں حسینؑ حسینؑ

ڈاکٹر سید منظور مہدی منظور رائے پوری

محسنِ اسلام

حسینؑ نورِ حقیقت جو بن کے آئے ہیں
ہر ایک دیدۂ کونین میں سمائے ہیں

بشر نہ دیتے کبھی جان بہرِ آزادی
ضمیر مردہ جو تھے آپ نے جلائے ہیں

جلی تھی شمعِ حسینی جو زورِ طوفاں میں
دلوں کے داغ اسی سے تو لو لگائے ہیں

کہاں یہ تاب کہ مظلومیت سے سر بر ہو
یزیدیت پہ حسینؑ آج بھی تو چھائے ہیں

حسنؑ کے بعد جن و انس کی ہدایت کو
حسینؑ دہر میں قرآن بن کے آئے ہیں

یہ سجدۂ تہہِ شمشیر کی بلندی ہے
درِ حسینؑ پہ کونین سر جھکائے ہیں

یزیدیت کو مسلسل شکست دے دے کر
حسینؑ ذبح کے ہنگام مسکرائے ہیں

گرا کے تاجِ رعونتِ یزید کے سر سے
حسینؑ زیرِ قدم آج تک دبائے ہیں
ثنائے راکبِ دوشِ نبیؐ ہے ناممکن
یہ مدح کیا ہے مجازات ہیں کِنائے ہیں
کہوں حسینؑ کی معراج یا محمدؐ کی
نبیؐ جو دوش پہ اس لال کو اٹھائے ہیں
امامؑ عصر کی منظور آمد آمد ہے
ہم اپنی آنکھیں سرِ رہ گذر بچھائے ہیں

ناصر کاسگنجوی

اُمیدگہہِ عام

رہِ ثواب کا پیغام بن کے آئے ہیں
حسینؑ امیدگہہِ عام بن کے آئے ہیں
حسینؑ! صاحبِ پیغام بن کے آئے ہیں
خدا کے بندوں پہ اتمام بن کے آئے ہیں
سبب مقامِ شہادت کا ذات ہے اِن کی
بنائے رفعتِ اسلام بن کے آئے ہیں

امامِ دہر علیؑ و نبیؐ کے چشم و چراغ
حسینؑ ازل سے نکو نام بن کے آئے ہیں

جہاں میں روشنی ایماں کی ہو نہ کیوں ان سے
چراغِ خانۂ اسلام بن کے آئے ہیں

دیا خدا نے انہیں اختیارِ اوج و زوال
مُطاعِ ہر سحر و شام بن کے آئے ہیں

ستم ستم کہ ہے تہمت خروج کی ان پر
جو صلح و امن کا پیغام بن کے آئے ہیں

غضب! کہ اک سرِ عصمت مآب کے دشمن
زکوفہ تابہ حدِ شام بن کے آئے ہیں

حسین نذر

میرے مولا کا اگر ایک اشارہ ہو جائے
تری قسمت کا بلند اور ستارا ہو جائے

بے وضو ہی سہی! تو نامِ علیؑ لے کر دیکھ
بات ہی کیا جو سمندر نہ کنارا ہو جائے

سید انصار حسین زیدی نفیس فتحپوری

فوق البشر

طلسمِ وقت کیا ہے کب ہوئے شام و سحر پیدا؟
ہے سحرِ آسماں کیا کب ہوئے شمس و قمر پیدا؟
ہے بزمِ ہستی کب سے جلوہ گاہِ عقل و دانائی؟
کیا اس مسئلے نے فلسفے کا دردِ سر پیدا؟
لہو کار رشتۂ رنگیں ہے کیا اپنی رگِ جاں سے؟
ہے کس کی جلوہ آرائی سے مردم میں نظر پیدا؟
یہ جادہ اور یہ منزل یہ دنیا اور عقبیٰ کیا
کھلی چشمِ بصیرت کب ہوئے کب دیدہ ور پیدا؟
زبان بیکار جو مفہوم سے نا آشنا رکھے
خذف ہے وہ صدف کیا ہے نہوں جس سے گہر پیدا
لہو کس کام کا جب تک نہ گرمائے رگِ جاں کو
وہ آنسو کیا جو کر سکتے نہیں دل میں شرر پیدا
بغیرِ معرفت ہے عقلِ انساں لفظِ بے معنی
یہ آہیں کچھ نہیں ہیں گر نہیں ان سے اثر پیدا

یہ انسان مستحق انسان کہلانے کا ہے جب ہی
کہ جب قولِ و عمل سے کر سکے اوجِ نظر پیدا

ہے رحمت نوعِ انسانی پہ یہ خلاق عالم کی
کہ انساں کے لیے اُس نے کیے فوق البشر پیدا

ہے یومِ عیدِ میلاد آج ایسے فخرِ آدم کا
ہوئی ہستی یہ جس کے جد کی خاطر خاصکر پیدا

الٰہی اب تو جذبِ دل میں کر دے وہ اثر پیدا
کہ ہر تارِ نظم میں ہوں مرے سو سو نظم پیدا

سپہرِ دینِ قیم پر طلوعِ شمسِ زہرا ہے
غروبِ شام کانپ اٹھا ہوئی ہے وہ سحر پیدا

بروئے کار اب مظلومیت آئے گی دنیا میں
ابھی سے ہو رہا ہے ظالموں کے دردِ سر پیدا

شغالانِ سیاست ڈھونڈلیں تاریکیاں جاکر
ہوا ہے خانۂ شیرِ خدا میں شیرِ نر پیدا

یہ بخشے گا ہماری آہ کو قوّت رسائی کی
سرشکِ چشمِ غمگیں میں کرے گا یہ اثر پیدا

کرے گا اپنے قول و فعل سے تفسیر قرآں کی
ہوا ہے صفحۂ ہستی پہ ایسا نکتہ ور پیدا
پڑھائے گا سبق انسان کو یہ آدمیت کا
کرے گا دیدۂ مردم میں یہ ذوقِ نظر پیدا
رُخِ سلملۂ ایماں فرطِ الفت سے ہوا گلگوں
ہوا ہے چاہنے والوں میں وہ جلوہ نگر پیدا
کرینگے تا بمنزل رہبری نقشِ قدم جس کے
دیا ہے دینِ احمدؐ میں ہوا وہ راہبر پیدا
حسینؑ ابنِ علیؑ آئے بہا پہ جاودان بنکر
کرینگے کربلا کی خاک سے گلہائے تر پیدا
نفیسؔ اس مدحتِ شبیرؑ کا انعام پاؤنگا
کہ ہے ہر بیت پر میرے لئے جنت میں گھر پیدا

وصی فیض آبادی

نورِ خاص

اُسے سجدے وصیؔ جس نے کیا ہر خشک و تر پیدا
درود اُن پہ ہوئے صدقے میں جن کے بحر و بر پیدا

وہ ذاتِ پاک اعینِ ذات ہے جس کا ارادہ بھی
ہوئی دنیا کی ہر شے جس کے ادنیٰ حکم پر پیدا

مکاں کی قید کیسی اور زماں کا فصل کیا شے ہے
وہی خالق، وہی قادر، اِدھر چاہا اُدھر پیدا

کیے تخلیق جذب و گردش و ثقل و سکوں جس نے
اُسے قدرت کہ جس شے میں جو چاہے اثر پیدا

خود اپنی معرفت کو سب سے پہلے نور سے اپنے
کیا اک نورِ لافانی بہ اندازِ دگر پیدا

یہ ظاہر ہے کہ اپنا ہی سمجھ سکتا ہے اپنے کو
تو کی خود اپنے جلووں کے لئے اپنی نظر پیدا

اسی اک نور کی خاطر ہوئی پھر عالم آرائی
ہوئے سب خاک و آب و باد و آتش سر بسر پیدا

انھیں اجزا کی آمیزش، ظہورِ بزمِ امکانی
کیا اس بزم کا پھر اک نظامِ معتبر پیدا
فضا وہ آسمانی، وہ مہ و خورشید کے جلوے
انھیں جلووں کی گردش سے ہوئے شام و سحر پیدا
ستاروں سے ہوئی زینت جمالِ محفلِ شب کی
ہوئے رنگیں بہاروں کے لئے گلہائے تر پیدا
ہوا خلقت کا مقصد منکشف ایک ایک قطرے پر
ہوا ہستی سے اپنی ذرہ ذرہ باخبر پیدا
چمک اٹھی یکایک نور سے آدمؑ کی پیشانی
ہوا اس بزمِ ہستی کے لئے پہلا بشر پیدا
بشر مخلوق میں افضل، بشر مخلوق پر حاکم
اِسی مخلوق کی خاطر ہوا ہر خشک و تر پیدا
اسی سے نیک و بد ظاہر، اسی سے خیر و شر پیدا
کیا انساں کو حق نے فطرتِ آزاد پر پیدا
دو عالم کی بنا محتاج انساں کے تصرّف کی
کرے انساں تصرّف کا سلیقہ بھی اگر پیدا

ترقی کی حدیں محدود کب ہیں اِس کی فطرت میں
اگر ہو اپنی فطرت کو سمجھنے کی نظر پیدا

فضا کونین کی کم ہے بشر کی پرفشانی کو
اگر کردار کی قوّت سے ہو عزم سفر پیدا

حدِ انساں ہے بالا حدِّ پرواز ملائک سے
نظر مرکز پہ ہو تو عرش تک ہو رہگذر پیدا

اگر فطرت حقیقی کارفرمائی پہ مائل ہو
تو ہو دامانِ شب سے بھی گریبانِ سحر پیدا

مقفّل ہو جو بابِ قلعۂ رفعت تو کیا پروا
نگاہِ تند سے دیوار میں ہوتا ہے در پیدا

اثر انگیز ہوتی ہے تڑپ مردِ مجاہد کی
یہ ناوک ہر دلِ حسّاس میں کرتا ہے گھر پیدا

صداقت جب کبھی بیدار ہو جاتی ہے سینے میں
تو ہوتے ہیں نگاہ و دل سے ایماں کے شرر پیدا

ابھرتے ہیں وہی جو بحر میں خود کو ڈبوتے ہیں
انھیں کے واسطے ہوتے ہیں عظمت کے گہر پیدا

سمجھتے ہیں جو بازی گاہ میدانِ شہادت کو
انہیں کی خاک سے ہوتی ہے شمعِ رہگذر پیدا

ضرورت ہی تو ہے بس اپنی ہستی کو سمجھنے کی
فضائیں ساتھ دیں گی خود کرے ماحول اگر پیدا

شعاعیں مہر کی شبنم کے قطروں میں بدل جائیں
نگاہِ برق کے شعلوں سے ہوں گلہائے تر پیدا

دہکتی آگ ہو گلزار، لوہا موم ہو جائے
ہوائیں رخ بدل دیں بحر میں ہو رہگذر پیدا

یہ سب ممکن ہے، سب کچھ ہو چکا ہے بزمِ امکاں میں
صلاحیّت کے جوہر تو کرے انساں مگر پیدا

جو اس منزل پہ فائز تھے وہ مُردے بھی جلاتے تھے
بہت جلوے، اگر ہو دیکھنے والی نظر پیدا

نظر آجائیں گی تاریخ میں پُرنور تحریریں
جہاں ہوگی صداقت خود کریگی دل میں گھر پیدا

جو پہنچے منزلِ تکمیل کو احکامِ ربّانی
ہوا انسانیت کا آخری پیغامبر پیدا

وہ نورِ خاص جو آدمؑ کی پیشانی میں چمکا تھا

ہوا رحمت کے پیکر میں بہ اندازِ دگر پیدا

ازل میں ہو گئے تھے نورِ واحد کے جو دو حصّے

ہوا آخر شریکِ نورِ حق بھی حق کے گھر پیدا

جو تھا نفسِ پیمبرؐ، جانشیں، داماد اور بھائی

ہوا ہے آج اسی کا دوسرا نورِ نظر پیدا

ملائک تہنیت کو آ رہے ہیں حق کی جانب سے

ہوا ایسا یہ بچہ بنتِ پیغمبرؐ کے گھر پیدا

نبیؐ کو فخر جس پر وہ ہوا نورِ نظر پیدا

خدا کو ناز جس پر، خود کیا ایسا بشر پیدا

دلوں سے اہلِ الفت کے مسرت کی کرن پھوٹی

ہوا صلِّ علیٰ لختِ دلِ خیر البشرؐ پیدا

یہ وہ شب ہے کہ قسمت آدمی کی جس میں جاگی ہے

ہوا دنیا کے انسانوں میں اک انسان گر پیدا

وہ انساں جس کے در پر دشمنوں نے کی جبیں سائی

وہ انساں جس کی عظمت نے کیا ہر دل میں گھر پیدا

وہ انساں! غیر بھی جس کا ادب سے نام لیتے ہیں
ہوئی ہے جس کے پرتو سے پرکھنے کی نظر پیدا
وہی! مرکز بنا جو سارے عالم کی محبت کا
وہ جس کی خاک پا کرتی ہے سجدوں میں اثر پیدا
سبب بیداریِ منزل کا آہٹ جس کے قدموں کی
بنائی راہ خود جس نے ہوا وہ راہبر پیدا
وہ رہبر! جس کا ہر نقشِ قدم حکمت کا اک مخزن
کرے جو مستقل گنجائشِ فکر و نظر پیدا
اسی کردار کا ہے کربلا بھی ایک آئینہ
کہ جس کی چھوٹ سے ہوتے ہیں دل پیدا جگر پیدا
اچھوتا اک نمونہ ہیں حسینؑ انساں کی عظمت کا
ہوا ہے اور نہ ہوگا اب کبھی ایسا بشر پیدا
وصیؔ ان کا وسیلہ ڈھونڈتی ہے چشمِ راحت بھی
انھیں کا نام کرتا ہے دعاؤں میں اثر پیدا

ہمدم فیض آبادی

رہنما

ہزار بار قسم آپ جس کی کھائے ہیں
وہی یہ سر ہے قلم کرنے جس کو آئے ہیں

خدا ہی خیر کرے بجلیاں چمکتی ہیں
یہ چار تنکے قفس میں کہاں سے آئے ہیں؟

دکھائی دیتی ہیں انساں کی سیرتیں جتنی
خدا نے آئینے دل کے عجب بنائے ہیں

جہاں میں آئے تلاطم تو کیا انہیں ڈر ہے
ازل سے نور کے دریا میں جو نہائے ہیں

آقا کہیں حسینؑ کو یا رہنما کہیں
مشکل کشا سمجھ لیں کہ جان وفا کہیں
جس سے کہ پڑ گئی ہو بنا لا الٰہ کی
اس نور کو خدا کے بتاؤ تو کیا کہیں

ڈاکٹر سید یاور عباس

انسان ہو جینے کا قرینا سیکھو
حیدرؑ سے سبق لو مرنا جینا سیکھو
شبیرؑ کے آدابِ محبت کی قسم
اندازِ شہنشاہِ مدینہ سیکھو

۴

معبود اگر رتبۂ شاہی دیتا
محفل میں مجال لبِ کلاہی دیتا
پھر بھی درِ شبیرؑ سے ہٹتی نہ نظر
دل کھل کے غلامی کی گواہی دیتا

بوجہ مصروفیت مصرع طرح پر کچھ نہیں کہا گیا

سال دوئم سنہ ۱۹۶۱ء — اسمائے شعرائے کرام

احسانؔ صاحب امروہوی
ارمؔ صاحب لکھنوی
اسیرؔ صاحب فیض آبادی
آصف مرزا صاحب
ثمرؔ صاحب ہوشنگ آبادی
محمد جعفر بھائی جعفرؔ
حسینؔ بلتستانی
میر رضی میرؔ صاحب
زاہدؔ صاحب فتحپوری

مولانا سید توقیرؔ حسین صاحب زیدی
سخنؔ صاحب فتحپوری
مولانا سید محمد رضی صاحب قبلہ سعیدؔ
منور علی صاحب سلیلؔ
صابرؔ صاحب تھاریانی
ظفرؔ صاحب جونپوری
عروجؔ صاحب بجنوری
عزتؔ صاحب لکھنوی

محفل مقاصدہ منعقدہ ۱۹۶۰ء

مصرع:۔ محبت جزوِ ایماں ہو گئی سبطِ پیمبر کی

احسان امروہوی

عینِ مشیت

خدا رکھے یہ کس نے راہِ تسلیم و رضا سر کی؟
یہ کس کی پیشوائی کو زمینِ کربلا سر کی؟
دلِ شبیرؑ میں تاثیر تھی یہ شیرِ مادر کی
بس اک انگڑائی لی سرخی نظر آئی جو محضر کی
یہاں توصیف ہو سکتی ہے کیا شبیرؑ و شبرؑ کی
نبوت آپ کے گھر کی امامت آپ کے گھر کی
تمنا ہے ہوائے دامنِ سبطِ پیمبرؑ کی
الٰہی لاج رہ جائے کسی کے بازو و پر کی
مشیت خود ہے شاہد قوتِ فرزندِ حیدر کی
بھلا کیا تاب لا سکتی تھی دنیا ایک ٹھوکر کی
حسینؑ آئے بڑھی اب آبرو تسنیم و کوثر کی
شہادت نے بلائیں بڑھ کے لیں روئے انور کی

یہ ہے آواز گو قلبِ سلمان و ابوذر کی
شہنشاہی سے بڑھ کر ہے غلامی آپکے در کی

چھپائے سے کبھی چھپتی نہیں خوشبو گلِ تر کی
زبانِ زندگی پر ہے کہانی غار و بستر کی

میرے اشکوں سے قیمت بڑھ گئی ہے دیدۂ تر کی
کہ یہ عینِ مشیت ہے حقیقت کیا ہے گوہر کی

تبسم کیوں نہ کھیلے اس کے اک اک زخمِ تازہ پر
لڑکپن سے تمنا ہو جسے تیر و ملک کے بستر کی

سوالِ بیعتِ بیجا اٹھا سکتی نہیں دنیا
کہ اس پر مہرِ خونی ثبت ہے سبطِ پیمبر کی

وہی تو شہسوارِ ابلقِ ایام ہے اے دل
طنابیں جس کی ایک چٹکی میں ہیں خورشیدِ خاور کی

دلِ پُرسوز کے شعلے فلک سے باتیں کرتے ہیں
حقیقت کیا ہے بحرِ آتشِ غم میں سمندر کی

کسی کے پائے اقدس مَس ہوئے مہرِ نبوت سے
کسی کے ہاتھ میں باگیں بنیں زلفیں پیمبر کی

شہادت نے کبھی دامن نہ چھوڑا آلِ اطہر کا
سخاوت نے ہمیشہ پاسبانی کی اُسی در کی
ٹھکانا ہی نہیں اے دوست اس کی تشنہ کامی کا
نمی محسوس ہوتی ہو جسے جبریلؑ کے پر کی
زمینِ کربلا پر کھینچ دی تصویر مولا نے
اُحد کی، بدر کی، صفین کی، خندق کی، خیبر کی
لبوں پر اُس کے شکوہ آئے کیا تشنہ دہانی کا
زباں چوسی ہو جس نے حکمِ خالق سے پیمبر کی
سروں پر جو غلامانِ علیؑ کے سایہ افگن ہے
وہ ہے دامانِ رحمت یا ردا خاتونِ محشر کی
دلِ احسان یہ حد سے تجاوز وجہِ پستی ہے
بس اتنے پاؤں پھیلیں جس قدر وسعت ہے چادر کی

ارمؔ لکھنوی

صبحِ محشر

ولادت اُس کی کیوں نعمت نہ ہو اللہ کے گھر کی
شہادت جس کی شاہد ہے وجودِ ربِّ اکبر کی

بڑے دعوے سے کہتی ہے ولادت ابنِ حیدرؑ کی
بڑھے گی اور بھی زینت رسولؐ اللہ کے گھر کی

حسینؑ آئے ہوئی رونق سوا دینِ پیمبرؐ کی
قسم کھائے نہ کیوں تبلیغ حق اپنے مقدر کی

ملے گی انتہا کیوں کر یم توصیفِ سرورؐ کی
کبھی مٹھی میں آ سکتی نہیں لہریں سمندر کی

خدا کی عظمتوں پر تھی نظر اُس شیر داور کی
کہ جس کے ہر نفس میں گونج تھی اللہ اکبر کی

حسینؑ ابن علیؑ کی تشنگی نے وہ مہم سر کی
کہ چومیں گی قدم بڑھ بڑھ کے موجیں حوضِ کوثر کی

ضیا ہے دل میں وہ سوزِ غمِ سبطِ پیمبرؐ کی
کرن پھوٹی ہو جیسے آفتابِ صبحِ محشر کی

نہیں کچھ فکر ہم کو تشنگیٔ روزِ محشر کی

ہمارے دل میں ٹھنڈک ہے ہمارے دیدۂ تر کی

یہ ہم پر خاص بخشش ہے امامِ محبوبِ داور کی

"محبت جزوِ ایماں ہو گئی سبطِ پیمبر کی"

حسینؑ ابنِ علیؑ نے جان دے کر وہ مہم سر کی

کہ جس نے حق گُشی میں کُند کر دی دھار خنجر کی

قضا سے بس نہ تھا امداد میں دلبندِ حیدرؑ کی

تڑپ کر رہ گئیں آواز پر لاشیں بہتر کی

نہ پوچھو دلکشی دیدِ جمالِ روئے اکبرؑ کی

ہزاروں بار دیکھے پھر ہوس ہو بارِ دیگر کی

ضعیفی کا تو عالم اور اٹھانا لاشِ اکبرؑ کی

خدا جانے یہ ہمت شہؑ نے آخر کی تو کیونکر کی

مرزا علی حیدر اسیر فیض آبادی

پیامِ زیست

مُحبت جزوِ ایماں ہو گئی سبطِ پیمبر کی
ضمانت مل گئی ہم کو جزائے روزِ محشر کی

جہاں کے ذرّے ذرّے کو پیامِ زیست دیتی ہے
فضا میں آخری گونجی ہوئی آواز سرور کی

رموزِ مصلحت کیا ہیں نبیؐ سمجھیں خدا جانے
خوشی کا وقت اور آنکھوں میں آنسو ہیں پیمبر کی

خوشی یہ ہے کہ سردارِ جوانانِ جناں آیا
مچلتی ہے وفورِ شوق میں ہر موجِ کوثر کی

ملا ہے تیسرا ساقی مجھے حق کی عنایت سے
تمنا کر رہا ہے حوضِ کوثر میرے ساغر کی

یہی وہ گھر ہے جس پر خاص لطفِ کبریائی ہے
نبوت بھی اسی گھر کی امامت بھی اسی گھر کی

آصف

سبطِ پیمبرؐ

ہمارے دل میں کچھ حسرت نہیں جنّت کی کوثر کی
بہت کافی ہے اِک میٹھی نظر زہرؑا کے دلبر کی
جہاں میں آتے ہی آزادی دلوائی فرشتوں کو
بچا کر جائیں گے دنیا سے ملّت کو پیمبر کی
وہاں بھی واحسینا! کی سنی جاتی ہیں آوازیں
جہاں پہنچی نہیں اب تک صدا اللہ اکبر کی
حقیقت میں تو ان اشکوں کے دو قطرے ہی کافی ہیں
ضرورت کیا جہنم کے بجھانے کو سمندر کی
عزائے شاہِ دیں تو اور بھی اُبھری مٹانے سے
زمانے نے یہ کیوں لے لی مصیبت زندگی بھر کی
نہ کیوں آصف ہو پھر بغض و عداوت کفر سے جبکہ
محبت جزوِ ایماں ہو گئی سبطِ پیمبرؐ کی

سیّد آفتاب احمد جعفری قمر ہوشنگ آبادی

آغوشِ حیدرؑ

مدینے میں ہے ہلچل آمدِ سبطِ پیمبرؐ کی
دوبالا ہو گئی رونق رسول اللہؐ کے گھر کی

خدیجہؑ آسیہؑ مریمؑ زچہ خانے میں آئی ہیں
بلائیں لے رہی ہیں سیدہ کے روئے انور کی

ہوئے جاتے ہیں بے قابو حسنؑ آغوشِ حیدرؑ میں
نبیؐ لا کر دکھاتے ہیں انہیں صورت برادر کی

کلیجے سے لگا کر اُمِّ سلمٰیؑ نے یہ فرمایا
"میرا شبیرؑ لاثانی" امانت ہے پیمبرؐ کی

مبارکباد دینے کے لئے سلمان آپہنچے
نظر آتی ہے بالکل سامنے صورت ابوذر کی

ابوسفیاں پھر کوئی نیا بہروپ بدلیگا
مکمّل ہو چکی ہے دوسری تصویر حیدرؑ کی

محمدؐ مصطفےٰ نے جن کے کانوں میں اذاں دی ہے
انہیں کے دم سے قائم ہے صدا اللہ اکبر کی

یہاں حیدرؑ رہی حیدر اور محمدؐ ہی محمد ہیں
بڑی توقیر ہے اے فاطمہؑ زہرا تیرے گھر کی

میں لے کر جب گیا قرآن درِ آلِ محمدؐ پر
نگاہِ جستجو نے دیکھ لی صورت پیمبرؐ کی

فدک میں اور زمین کربلا میں فرق اتنا ہے
وہ ترکہ اور یہ ہے جاگیر اولادِ پیمبرؐ کی

اگر ہو قصد کعبے کا تو پہلے کربلا جاؤ
زمینِ کربلا دہلیز ہے اللہ کے گھر کی

میں ہر دن صبح دم سنتا ہوں اپنے نونہالوں سے
یہ گنتی ایک بارہ، پانچ اٹھارہ بہتّر کی

غمِ شبیرؑ میں اک روز اپنی جان دیدوں گا
یہی معراج کیا کم ہے ثمرؔ میرے مقدر کی

جامِ کوثر

محمد جعفر بھائی جعفر

حقیقت کیا مری جو کر سکوں تعریف سرورؑ کی
ثنا کرتا ہو خالق اور نبیؐ جس ماہِ انور کی

شبِ سوئم کو شعبان کی ہوا بدلی دو عالم کی
سحر کے ساتھ لپٹیں آ رہی تھیں مشک و عنبر کی

مبارک ہو مبارک ہو یہی تھا شور عالم میں
پڑھو صلِّ علیٰ امید بر آئی پیمبرؐ کی

خوشی میں مست ہے عالم مجھے بھی جام دے ساقی
مئے حبِّ ولائے آلِ احمدؐ اور پیمبرؐ کی

پلا دے اس قدر مجھ کو کہ سب کچھ خواب ہو جائے
فقط رہ جائے باقی یاد اک سبطِ پیمبرؐ کی

یہ مدہوشی رہے تا حشر محشر میں یہ نعرہ ہو
حسینی ہوں حسینی ہوں ہٹو دو راہ کوثر کی

ملا جب جامِ کوثر پی کے میں پھر ہوش میں آیا
علیؑ بولے حکومت ہے یہاں شبیرؑ و شبرؑ کی

یہ فرمایا محمدؐ نے بقا کا آگیا ساماں
حسینؑ آئے تو گویا مٹ گئیں فکریں پیمبرؐ کی

نبیؐ نے گود میں لے کر گلا چوما دہن چوما
زباں اپنی دہن میں دی ہوئی تسکیں پیمبرؐ کی

نمازِ با جماعت طولِ سجدہ ماجرا کیا ہے
خدا دکھلا رہا ہے شان شبیرؑ کے برادر کی

بٹھا کر پشت پر ناقہ بنے زلفیں دیں ہاتھوں میں
نبیؐ دکھلا گئے یہ شان ہے زہراؑ کے دلبر کی

حسینؑ ابن علیؑ کو چھوڑ کر دامن محمدؐ کا
نہ پاؤ گے نہ پاؤ گے قسم اللہ اکبر کی

یہ ہیں سردار جنّت کے محبت ان کی واجب ہے
"محبت جزو ایماں ہو گئی سبطِ پیمبرؐ کی"

محمد حسین خان حسین بلتستانی

ساقیِ کوثر

یہ دنیا بے وفا دنیا ہے حامی طالب زر کی
یہاں پر عزت و توقیر ہو گی فتنہ پرور کی
یہ دنیا ایسی دنیا ہے جہاں دھوکا ہی دھوکا ہے
فریب و مکر سے فرصت نہیں ہے اسکو دم بھر کی
یہ دنیا ہے حریص و غاصب و بدکار کی دنیا
یہ دنیا حوصلہ افزا رہی ہے بانیِ شر کی
یہاں انسان بکتے ہیں یہاں ایمان بکتا ہے
یہاں تعظیم کی جاتی رہے ظالم اور ستمگر کی
نہ اس کو منہ لگائیں آپ ورنہ ہو گی رسوائی
بجائے فکرِ دنیا فکر کیجیے روزِ محشر کی
یہاں رہزن کا کھٹکا ہے قدم تم دیکھ کر رکھنا
نہ جائے رائیگاں محنت تمہاری زندگی بھر کی
بھلا بیٹھے ہیں ہم کردار اور اطوار ماضی کے
اسی سے ٹھوکریں ہم آج تک کھاتے ہیں در در کی

علاج اب تک تو ہم اپنا سمجھتے تھے کہ آساں ہے
مگر پھر بھی ضرورت ہے ہمیں ہلکے سے نشتر کی

خدارا کہتے تمہیں اے قوم کے جانباز پروانو!
اٹھو اٹھو کر زبانیں کھینچ لو ہر بانیٔ شر کی

نکالو ہاں نکالو! قوم کو قعرِ مذلت سے
قسم دیتا ہوں تم کو اصغرؑ و عباسؑ و اکبرؑ کی

جو مستقبل بنانے کی تمنا ہے تو بے سوچے
کرو تقلید تم مقداد اور سلمان و بوذر کی

نہ گھبراؤ تمہاری رہنمائی کے لئے دیکھو
ضیا پھیلی ہے دنیا میں علی کے ماہِ انور کی

جہاں میں ظلم و استبداد کی قوت گھٹانے کو
ضرورت ملتِ اسلام کو ہے بندہ پرور کی

بتاتی ہے ہمیں بدلی ہوئی رنگت گلِ تر کی
ولادت ہے جہاں میں مومنو! سبطِ پیمبرؑ کی

بچائے گا یہی اسلام کی کشتی کو طوفاں سے
جسے تم دیکھتے ہو گود میں خاتونِؑ محشر کی

سلام اے نورِ عینِ فاطمہؑ ابن علیؑ تم پر
جہاں میں خدمتِ اسلام تم نے زندگی بھر کی

عبادت ان کی سب بیکار طاعت ان کی بے معنیٰ
محبت دل میں جو رکھتے نہیں آلِ پیمبرؐ کی

مجھے اے ہمنشیں! رہنے دے شغلِ سینہ کوبی میں
خبر لے جا کے پہلے اپنے اعمالوں کے دفتر کی

مجھے آنسو بہانے دے ہنسی تجھ کو مبارک ہو
تجھے کیا قدر اے ناداں میرے دیدۂ تر کی

مرا مسلک جدا منزل جدا رہبر جدا تجھ سے
مجھے غم ہے محبت تجھ کو خواہش مال اور زر کی

مرے دل میں محمدؐ اور اس کی آل کی الفت
ترے دل میں محبت دشمنِ آلِ پیمبرؐ کی

میں احکامِ شریعت پر عمل کرتا ہوں اے غافل!
مگر تو پیروی کرنے لگا ہر بانیٔ شر کی

حسینؑ ابن علیؑ تشنہ رہے اس دارِ فانی میں
مجھے اس واسطے ہے جستجو ساقیٔ کوثر کی

میر رضی میر کھیر تلوی

حوضِ کوثر

صدف کیا منزلت جانے ہمارے دیدۂ تر کی
ملا دی خاک میں سب آبرو آنسو نے گوہر کی

نصیبہ خواب میں جاگا تو سر دے کر مہم سر کی
کہ ہے دنیا میں اب تک اک مثل حر کے مقدر کی

عجب انداز سے چھلکا کے پیمانہ دیا ساقی!
تر ا تشنہ یہ سمجھا موج آئی حوضِ کوثر کی

مرے مولا کا پہلا معجزہ کعبے میں یہ دیکھو
گواہی دے اٹھی دیوار کھل کر علم کے در کی

فضیلت میں علیؑ سے خانۂ کعبہ کو کیا نسبت
صدف کی اور منزل آبرو کچھ اور گوہر کی

جو بچہ مہد میں اژدر کو چیرے کیا تعجب ہے
جواں ہو کر اگر چولیں ہلا دے باب خیبر کی

خوشا قسمت انہوں نے مدح خوانی کا شرف بخشا
رضی زینت ہے جن کے ذکر سے محراب و منبر کی

سرِ غرورِ یزیدی جو توڑ سکتا ہے
بہ ہر قدم رخِ تاریخ موڑ سکتا ہے
بروزِ حشر وہ سیرابیٔ جہاں کے لئے
لہو بھرا ہوا دامن نچوڑ سکتا ہے

روحِ پنجتن

سیّد کرار حسین زاہد فتحپوری

دوبالا ہوگئی رونق رسولؐ اللہ کے گھر کی
کہ آئی ہے شبِ جشنِ ولادت ابنِ حیدرؑ کی
سمائی جارہی ہے چاند سی صورت نگاہوں میں
جمی ہیں خانۂ زہراؑ پہ نظریں ماہ و اختر کی
فلک پر ماہِ شعباں گود میں ماہِ امامت ہے
بلائیں لے رہی ہیں سیّدہ روئے منوّر کی
یہ بچہ امّتِ عاصی کی ڈھارس بن کے آیا ہے
جسے سب دیکھتے ہیں گود میں خاتونِؑ محشر کی
اِسے آغوش میں لے کر نبیؐ کس پیار سے بولے
یہ بچہ ہو بہو تصویر ہے ساقیٔ کوثر کی

اے جانِ حسنؑ کہئے کہ روحِ پنجتن کہئے
ہوئی تطہیرِ نازل یا مبارک بادِ داور کی

زمانے کی ہوا بدلی اندھیرا دین پر چھایا
ابھی بس آنکھ جھپکی ہی تھی داماد پیمبرؐ کی

سنی جب دین کی فریاد شاہِ کربلا اٹھے
یہی تھا وعدۂ طفلی یہی مرضی تھی داور کی

اِدھر بے دین اپنی کثرتِ افواج پر نازاں
اُدھر شبیرؑ کے ہمراہ تھی ٹولی بہتّر کی

غلط کیا ہے جو ہم کہتے ہیں ذبحِ کربلا تجھ کو
کہ تو نے ہی تو کشتی پار کی دینِ پیمبرؐ کی

حقیقت ہے کہ حیدرؑ نے ہزاروں معرکے جیتے
مگر شبیرؑ تو نے کیا مثالی کربلا سر کی

بچالی کشتیِ دینِ نبیؐ گرداب سے تو نے
نہیں تو مل گئی تھی خاک میں محنت پیمبرؐ کی

تہِ شمشیر تیرے سجدۂ آخر کا کیا کہنا
اسی سجدے نے رکھ لی آبرو اللہ اکبر کی

حسینؑ ابن علیؑ کا بھی وسیلہ خوب ہے زاہد
کہ جس بندے کو یہ چاہیں اُسے کیا فکر محشر کی

روزِ محشر

مولانا توقیر حسین زیدی

ہے لائق حمد کے اک ذات بس خلّاقِ اکبر کی
کتابِ حق ہے گویا منقبت آلِ پیمبرؐ کی
محمدؐ افضل و اشرف محمدؐ ارفع و اعلیٰ
اور اِن کے بعد حق نے ذاتِ حیدرؑ سب سے برتر کی
بنایا فاطمہؑ کے گھر کو مرجع سارے عالم کا
محبت فرض کی اللہ نے شبیرؑ و شبّرؑ کی
زمیں تو کیا فلک پر بھی سخاوت کا ہے افسانہ
فرشتوں کی زباں پر بھی کہانی ہے اسی در کی
دکھائی راہِ حق زین العباؑ کی سجدہ ریزی نے
ضرورت تھی جہاں کو باقرؑ و جعفرؑ سے رہبر کی
زمانہ کیا بھلا سکتا ہے درسِ موسیٰؑ کاظمؑ
رضاؑ کے لب کھلے آئی صدا گویا پیمبر کی

تقیؑ نے منزلِ تقویٰ کو جلوؤں سے نوازا ہے
نقیؑ نے کر دیا ظاہر خدائی ہے اسی گھر کی
حسنؑ کے اِک اشارے سے جہاں کی کھل گئیں آنکھیں
حکومت دیکھ لی دنیا نے اولادِ پیمبرؐ کی
محمدؐ ہی کے دم سے ہیں بہاریں گلشنِ دیں میں
محمدؐ ہی محمدؐ ہے زباں پر ہر گلِ تر کی
محمدؐ ہیں علیؑ و فاطمہؑ شبیرؑ و شبرؑ ہیں
دلِ زیدی بتا! اب فکر کیا ہے روزِ محشر کی؟

نخلِ گُلِ تر

سخنؔ فتحپوری

جبینِ شوق کو تھی جستجو خاکِ مطہر کی
برائے سجدہ مٹی مل گئی شبیرؑ کے در کی
وہ گھر جس سے ہوئی تھی ابتدا دینِ پیمبرؐ کی
فریضہ تھا یہ گھر والوں کا رکھیں آبرو گھر کی
رسائی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی مقدر کی
خوشا قسمت گدائی مل گئی شبیرؑ کے در کی

فضیلت پوچھئے جبریلؑ سے سبطِ پیمبرؐ کی
کہ جس نے خاک چھانی مدّتوں شبیرؑ کے در کی

حسنؑ کا حلم پایا اور شجاعت پائی حیدرؑ کی
دلِ صبر آزما تاثیر تھی یہ شیرِ مادر کی

لہو مٹی سے مل جائے تو خاک پاک ہو جائے
زمانہ دیکھ لے تاثیر یہ ہے خوں کے جوہر کی

نبوّت چل رہی ہے یوں امامت کے اشاروں پر
مہارہ ہاتھوں میں ہے شبیرؑ کے زلفِ پیمبرؐ کی

غلامی کی سند لکھدیں تو ہو پروانۂ جنت
مثالِ حسنینؑ جیسی لائے دنیا بندہ پرور کی

میرا سینہ صدف ہے اور غمِ شبیرؑ گوہر ہے
کھلے گا روزِ محشر ہی کہ یہ قیمت ہے گوہر کی

کجا رومالِ زہرؑا اور کجا عاصی کی یہ آنکھیں
غمِ شہ کی بدولت ہے یہ عظمت دیدۂ تر کی

نہ کیونکر سینچتے شبیرؑ خوں سے دینِ احمدؐ کو
حفاظت باغباں پر فرض ہے نخلِ گلِ تر کی

فشارِ قبر کی منزل سے گذریں گے بہ آسانی
غلامی کی سند رکھتے ہیں ہم اولادِ حیدرؑ کی
شہا! میں بھی بھکاری ہوں درِ آلِ پیمبرؐ کا
مِری جھولی کو بھر دے لاج رکھ لے شیرِ مادر کی
اسی انداز میں ایماں کی دولت چاہیئے مجھ کو
بھری تھیں تو نے جیسے جھولیاں سلمان و قنبر کی
زچہ خانے کی جانب رخ نظر خاکِ شفا پہ ہے
عبادت ہو رہی ہے یوں سخن معبودِ اکبر کی

سید محمد رضی سعید

محور

نظر میں لائیے کیا یہ گردشیں چرخِ ستمگر کی
وہ بسمل جس کی ہر کروٹ ہو اک تمہید محشر کی
وہ رہرو ڈھونڈتی ہو جس کے نقشِ پا کو خود منزل!
اُسے کیا ناخدا سے کام ہے کیا فکر رہبر کی

ابھی چھیڑو نہ مجھ کو در پہ میخانے کے رہنے دو
ابھی آنکھوں میں ہے دھندلی سی اک تصویر ساغر کی

جنہوں نے لیکے انگڑائی اُدھر دیکھا گریباں کو!
ہٹی چادر کہیں سر سے نقابِ رخ ذرا سر کی

نگاہوں میں ہو حسینؑ کی گرمیٔ عاشور کا نقشہ
اُسے کیا ہوگی دہشت آفتابِ روزِ محشر کی

کچھ ایسی شان سے نکلے سوئے میداں علیؑ اکبر
زمانے کی نظر میں پھر گئی صورت پیمبرؐ کی

کوئی طشتِ طلا میں تھا سرِ دیوار تھا کوئی
مگر تھی ایک ہی منزل شہیدوں کے ہر اک سر کی

ابد تک قسمتیں گردش کریں چہپر زمانے کی
ازل سے تھی شہادت کو ضرورت ایسے محور کی

اذاں دی اس طرح عاشور کو صحرا میں اکبرؑ نے
رہے گی تا ابد باقی صدا اللہ اکبر کی!

اٹھانا سہل تھا دو انگلیوں پر بابِ خیبر کو
مگر مشکل تھا ہاتھوں پر اٹھانا لاشِ اصغرؑ کی

سعید اب تو حقیقت کربلا والوں نے سمجھا دی
کہ قیمت کیا ہے دنیا میں کسی انساںؑ کے سر کی

سلیل

جزوِ ایماں

ہے خوشبو سارے عالم میں علیؑ کے اِس گلِ تر کی
چمن کی ہر کلی چٹکی بہار آئی خزاں سر کی

ہوا پُر کیف ہے طاری فضا مخمور ہے ساری
کہ خوشبو آ رہی ہے ہر طرف سے مشک و عنبر کی

فرشتے سر جھکاتے ہیں نبیؐ تعظیم کرتے ہیں
کوئی عظمت کو کیا سمجھے بھلا شبیرؑ کے گھر کی

نبیؐ نے دوش پر اپنے بٹھا کر کہہ دیا لوگو!
ضرورت دین کو ہوگی کبھی اس لعل و گوہر کی

قسم اللہ کی شبیرؑ کے احساں ہیں عالم پر
زمانہ دے گا کیا قیمت بھلا شبیرؑ کے سر کی

ازل سے پی رہا ہوں میں مئے حُبِّ علیؑ ہر دم
ضرورت مجھ کو کیا ہوگی بھلا تسنیم و کوثر کی

وہ جوشِ خطبۂ زینبؑ کوئی دیکھے تو کوفے میں
کہ جتنے سننے والے ہیں وہ تصویریں ہیں پتھر کی

وفا کا نام زندہ کر دیا ان جاں نثاروں نے
مثالیں مل بھی سکتی ہیں کہیں انصارِ سرور کی

سکیل ایمان سے کہتا رہوں گا روزِ محشر تک
دو محبت جزوِ ایماں ہو گئی سبطِ پیمبرؐ کی

حسین نذر

دن یہ کیسا ہے یہ کیسی رات ہے
چھائی ہے ہر سو خوشی کیا بات ہے
آج محبوبِ خدا پیدا ہوا
آج بے حد خوش خدا کی ذات ہے

صابر تھاریانی

بیعت

ولادت رنگ یہ لائی چمن میں ابنِ حیدرؑ کی
کہ کانٹوں میں نزاکت ہو گئی پیدا گلِ تر کی
کوئی منزل کو کیا جانے بھلا شبیرؑ و شبرؑ کی
شہادت سے ہوئی کامل رسالت بھی پیمبرؐ کی
عبادت کی قسم اُس آخری سجدے کے صدقے میں
وفا کے دم سے قسمت کھل گئی محراب و منبر کی
یزیدی قلعے کی جب فتح کا نقشہ کھنچا ہوگا
بنائیں ہل گئیں ہوں گی اسی دم بابِ خیبر کی
عداوت کفر ہے ان کی نگاہِ عدل کے آگے
محبت جزوِ ایماں ہو گئی سبطِ پیمبرؐ کی
گلہ کس کا نواسہ ہے یہ کس کا کون ہے قاتل؟
یہی سب سوچ کر شاید رکی تھی دھار خنجر کی
ترے عزم و ارادے نے مٹایا نام بیعت کا
کسی نے پھر امامت سے طلب بیعت نہ آ کر کی

غلامی سے ترے در کی زمانے میں ملی عزت
اسی نے تو بچایا ٹھوکریں کھانے سے در در کی

ترے عزمِ وفا نے موت کو بھی زندگی بخشی
تمنا ہے شہادت کو فنائے روحِ پرور کی

نظر والے کسی کے صبر کا یہ معجزہ دیکھیں
حسینی صبر میں شامت اتر آئی ستمگر کی

شہادت بٹ رہی ہے سبطِ پیغمبر کے صدقے میں
تصدق ہیں بنی ہے ایک کی قسمت بہتر کی

جہاں نے خوب دیکھا تو وہاں شمس و قمر دیکھے
کوئی جوڑی تو دکھلا دے یہاں شبیرؑ و شبرؑ کی

ہوں صابر صبر کے دامن پہ لیکن داغ ہوں مولا
غلامی میں مجھے لے لو قسم ہے خونِ اکبر کی

سنگیں دلاں کہ سبطِ نبیؐ را بکیں کشند
دعوائے دیں کنند و خداوندِ دیں کشند
قرآں کنند حفظ و طٰہٰ کشند بہ تیغ
یٰسیں کنند حرز و امامِ مبیں کشند

خواجہ معین الدین چشتی

مظفر حسین زیدی ظفرؔ جونپوری

سجدۂ خالق

حقیقت آئینہ ہوتی ہے جب انساں کے جوہر کی
ادب آموز ہو جاتی ہے الجھن قلبِ مضطر کی
یہی الجھن نظامِ زیست کی تشکیل کا ساماں
اسی کے دم قدم سے بات بنتی ہے مقدر کی
یہی ہے جلوہ فرما ذرّہ حقیقت ذرّے ذرّے میں
اسی کے قبضۂ قدرت میں دنیا ہے سمندر کی
یہ گلشن، یہ گلوں کی تازگی، یہ کیف کا عالم
جو سچ پوچھو یہ سب کچھ شرح ہے احساسِ مضمر کی
یہ آبادی، یہ ہنگامے، یہ جانسوزی یہ پروانے
یہ صحرا گرد دیوانے ہیں دولت دیدۂ تر کی
ارادہ، آرزو، اخلاص، ایمائے وفا کوشی
یہ تعبیریں ہیں دل کے جذبۂ احساس پرور کی
یہی جذبہ عمل کی راہ کو ہموار کرتا ہے
اسی جذبے سے بنتی ہے صدا اللہ اکبر کی

اسی کا نام ہے رفتارِ نبضِ سیدِ بطحا
اسی کو ہم سمجھتے ہیں حرارت قلبِ حیدرؑ کی

یہی ہے فاطمہؑ زہرا کی استعداد میں شامل
اسی جذبے نے دکھلائی ہے منزل صلحِ شبیرؑ کی

یہی جذبہ خلوصِ شوق کی تصویر بنتا ہے
اسی کے ساتھ یاد آتی ہے دل کو سبطِ اصغرؑ کی

وہی ہے سبطِ اصغر جسکو ہم شبیرؑ کہتے ہیں
وہی جس نے بچائی دے کے سر عزت پیمبرؐ کی

وقارِ خاندان، نازِ مدینہ، آبرو گھر کی
کمائی فاطمہؑ زہرا کی اور دولت پیمبرؐ کی

علیؑ کے دل کی دھڑکن اور علیؑ کی آنکھ کی ٹھنڈک
حسنؑ کا بھائی اور تصویر کردارِ پیمبرؐ کی

وہی فطرت، وہی اخلاق کا معیارِ پائندہ
وہی جرأت، وہی افکار میں توفیق داور کی

تعجب اس پہ ہو سکتا نہیں اللہ والوں کو
زباں چوسی ہے اس مولود نے محبوبؐ داور کی

زمانہ تازہ بیداری کا یہ انداز تو دیکھے
ہے کب سے سجدۂ خالق میں پیشانی ہمیبر کی
بنے ہیں عید کے دن رحمۃ اللعالمین ناقہ
مقامِ قدس تک جاتی ہے رِدا اس خاص منظر کی
ذرا بھی آنچ آنے دی نہ تبلیغِ رسالت پر
ہے شاہد اس حقیقت پر وہ قربانی بہتر کی
ملائک نے اسے کس فخر سے جھولا جھلایا ہے
نئے انداز سے کی ہے عبادت ربِّ اکبر کی
یہ دنیا دیکھ لے حسن تتبع اس کو کہتے ہیں
سپاہِ شاہِ دیں میں شان ہے احمدؐ کے لشکر کی
علیؑ کی شان عباسؑ دلاور سے ہوئی ظاہر
شبابِ مصطفےؐ آیا جوانی بن کے اکبرؑ کی
زہیرِ قین ہوں یا ہوں سعید و مسلم و عابس
کوئی ہم پایۂ سلماں، کوئی تصویر بوذر کی
جناب جون آئے ہیں بلالِ کربلا بن کر
حبیب ابنِ مظاہر نے نیابت کی ہے قنبر کی

ہوا ہے دیکھنا اس جا یزیدیت کا بت ٹکڑے
بچائی کربلا نے آبرو اللہ کے گھر کی

وہاں تھیں فاطمہؑ زہرا، یہاں ہیں زینبؑ کبریٰ
کہاں سے روشنی پہنچی کہاں قلبِ مطہرؑ کی

وہ خاکِ کربلا، وہ عصر کا ہنگام وہ سجدہ
مصلّے پر نیاز و ناز کے معراج وہ سر کی

چراغِ طور روشن ہو گیا ہے ذرّے ذرّے میں
وہ سجدے کی ادا، وہ روشنی قلبِ منورؑ کی

ہوا ہے خونِ تازہ شہ رگِ اسلام میں جاری
چلی ہے دھار جب حلقوم پر اُس کند خنجر کی

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا! کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

خواجہ معین الدین چشتی

ایثار

عروج بجنوری

چمن میں جاگ اٹھی آج قسمت ہر گلِ تر کی
جہاں والو! مبارک ہو ولادت ابنِ حیدر کی
تمہاری آرزو سے آبرو ہے دیدۂ تر کی
تمہارا غم بدل سکتا ہے تحریریں مقدر کی
بشر کیا چیز ہے انسانِ کامل کس کو کہتے ہیں؟
کتابِ زندگی پڑھ لیجئے سبطِ پیمبر کی
یہ عزت یہ بلندی یہ شرف یہ روح یہ عظمت
رسالت آپ کے گھر کی امامت آپکے گھر کی
صداقت، صبر، جانبازی، وفا، ایثار، قربانی
یہ سب ضو پاشیاں ہیں فاطمہ زہرا کے گوہر کی
نہ کوئی چل سکا جن پر وہ راہیں آپ نے طے کیں
جو منزل سب سے مشکل تھی وہ منزل آپ نے سر کی
رگ و پے میں جو مجھ کو تازگی محسوس ہوتی ہے
تمہاری یاد گذری ہے کہ دل سے موج کوثر کی

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آلِ مصطفےٰ ہیں سے
ثنا جس کی بھی کی ہم نے ثنا کی ہے پیمبرؐ کی
حسینؑ ابن علیؑ کے آخری سجدے کی یاد آئی
صدا کانوں میں جب بھی آئی ہے اللہ اکبر کی
جہاں والوں سے کہہ دو اور سعیٔ رائیگاں کر لیں
محبت قید ہو سکتی نہیں سبطِ پیمبرؐ کی
عروجؔ آنکھوں میں گر اشکِ غمِ شبیرؑ باقی ہیں
مجھے محسوس کیا ہو گی تپش خورشیدِ محشر کی

عزت لکھنوی

حیاتِ جاوداں

ہمیشہ کاروانِ زیست کو حاجت ہے رہبر کی
رہے گی یاد تازہ تا قیامت ابنِ حیدرؑ کی
بہت پھر چھیڑ بڑھتی جا رہی ہے خیر سے شر کی
ضرورت آج پھر دنیا کو ہے سبطِ پیمبرؐ کی
بتاتی ہے یہ ہم کو شان فضہ اور ابوذر کی
کہ دولت ہے غلاموں اور کنیزوں میں ترے در کی

اذانِ صبحِ عاشورہ وہ ہمشکل پیمبرؐ کی
قیامت تک صدا گونجے گی اب اللہ اکبر کی

کہاں ممکن چھری ہو کند اور شمر لعین ستمگر کی
گلوئے شاہؑ سے منہ پھیرتی تھی دھار خنجر کی

شجاعت اور طاعت دو حدیں دونوں برابر کی
لڑائی میں صفیں الٹیں عبادت زیرِ خنجر کی

خدایا آبرو خطرے میں ہے پیسہ عزت سے کمتر کی
دہائی حیدرؑ و حسنینؑ و زہراؑ و پیمبرؐ کی

علیؑ ملتے کا جھومر اور آویزے پسر دونوں
ضرورت فاطمہؑ زہرا کو اب کیا ہوگی زیور کی

مکمل ہوگیا ہے پنجتن کا اب یہ گلدستہ
مہک پھیلی ہے دنیا بھر میں زہراؑ کے گلِ تر کی

پسر آغوش میں آیا ہے اے مخدومۂ عالم
کہ پائی ہے حیاتِ جاوداں دینِ پیمبرؐ کی

انہیں کے حسن سے نورِ ازل تکمیل کو پہنچا
مکمل ہوگئی رونق رسول اللہؐ کے گھر کی

کیا ہے فخر خود جبریلؑ نے جھولا جھلانے میں
بڑی ہے منزلت شبیرؑ کے ادنیٰ سے چاکر کی

سکوں بخشیں جو امیدیں کرم کی کیوں دعا مانگیں
عنایت ایک دن کی ہے تمنا زندگی بھر کی

خلیلِ حق نے بھی یہ منصبِ اعلیٰ نہیں پایا
زمانہ کیا کرے گا ہمسری سبطِ پیمبرؐ کی

علیؑ و مصطفےٰؐ کی کاوشیں تسلیم ہیں بے شک
لڑائی حق و باطل کی مگر شبیرؑ نے سر کی

تہِ خنجر اگر سجدہ نہ کرتے سبطِ پیغمبرؐ
تو پھر کانوں میں کیا آتی صدا اللہ اکبر کی

ولائے آلِ پیغمبرؐ سے یوں دل دھڑکتا ہے
سفینہ ہو کوئی جیسے رواں موجوں میں کوثر کی

غلامی پر حسینؑ ابنِ علیؑ کی فخر ہے عزت
وراثت میرے حصے میں ہے مالک ابنِ اشتر کی

قائمؔ امروہوی

سوزِ دل

بغیرِ سوزِ دل انسان اِک مورت ہے پتھر کی
نہ ہو گر روشنی گھر میں تو پھر کیا آبرو گھر کی
اشکِ پیہم کا نوازش دیدۂ تر کی
کہ آنکھوں میں سبیلیں کھل گئیں تسنیم و کوثر کی
چراغِ خانۂ کعبہ کی لَو تھرائی جاتی ہے
سوئے باغِ نبیؐ ہے چشمِ بد ہیں بادِ صرصر کی
محبت ہاتھ ملتی رہ گئی حرماں نصیبی پر
علی اصغرؑ بھی خالی کر چلے آغوش مادر کی
یہ دل والوں کی باتیں ہیں یہ دل والے بتائینگے
کہ وزنی تر درِ خیبر ہے یا میّت ہے اصغرؑ کی
خدا جانے مریضِ غم پہ بیتابی میں کیا گذری
کمالِ بے قراری پر شکن ردتی ہے بستر کی
غرورِ آدمیت جھک گیا زینبؑ کے قدموں پر
رکاب آ کر جو تھامی راکبِ دوشِ پیمبرؐ کی

سنبھل اے غیرتِ انسانیت کیا ہو گیا تجھ کو
علیؑ کی بیٹیاں اور اس طرح محتاج چادر کی

وہ بے پردہ سرِ بازار ہیں نرغے میں اعدا کے
نگاہیں جن پہ پڑتی تھیں ادب سے ماہ و اختر کی

شقاوت کی جبینِ پُر شکن جھک ہی گئی آخر
پڑیں جا کر دلِ قاتل پہ چھینٹیں خونِ اصغرؑ کی

انھیں فطرت خراجِ ہمتِ مردانہ دیتی ہے
جو نوکیں موڑ دیں سینوں سے اپنے تیغ و خنجر کی

گدائے کوئے مولاؑ، والئ ملکِ محبت ہوں
مری ٹھوکر میں ہے جاگیر دارا و سکندر کی

حسینؑ ابنِ علیؑ کا نام سن کر آ گئے ورنہ
کہاں ہم اور کہاں قائمؔ یہ محفل سیٹھ جعفرؒ کی

کمال جبلپوری۔

راہِ حق

اُسے کیا خاک ہوگی فکر اِس دنیا میں محشر کی
محبّت جس بشر کو ہوگئی شبیرؑ و شبرؑ کی

یہ دیوانے خردمندوں کو دیں گے درسِ حق گوئی
جو اِک نظرِ عنایت ہوگئی اُس بندہ پرور کی

خدا شاہد ہے وہ انساں سراپا نور ہو جائے
کہ جس پہ طائرانہ اِک نظر ہو ابنِ حیدرؑ کی

حسینؑ ابنِ علیؑ کا مرتبہ اُس سے کوئی پوچھے
کہ دیکھی ہو جھلک جس نے کوئی جبریلؑ کے پر کی

اسی کے روضۂ اقدس کو کیوں مسمار کر ڈالا
کہ جس کی آل سے عزت بچی دینِ پیمبرؐ کی

یزیدِ خود غرض کو راہِ حق پہ جاننے والے
بھلا کر نہیں چُرا سکتا ہے تو مہرِ منوّر کی

کمالؔ آمد پہ اُن کی ذرّہ ذرّہ ناز کرتا ہے
کہ جن کی یاد نے حالت بدل دی قلبِ مضطر کی

نیزے پہ چڑھ کے حضرتِ ابنِ علیؑ کا سر
کتنی بلند اعظمتِ انسان کر گیا
دنیا نے یہ بھی دیکھ لیا ایک دن کمال
قرآن خود تلاوتِ قرآن کر گیا

میں رو رہا تھا ماتمِ شبیرؑ میں کمال
محشر میں تک رہے تھے ملک مجھ کو رشک سے
اک سجدہ پڑھ کے حضرتِ آدمؑ کو کر لیا
ابلیسِ لعیں نے بنا کے وضو میرے اشک سے

محب حیدرآبادی

ایقانِ سرورؑ

ولادت آج دنیا میں ہوئی سبطِ پیمبرؐ کی
دوبالا ہو گئی رونق رسول اللہؐ کے گھر کی

حسینؑ ابنِ علیؑ وہ آیتِ کبریٰ ہیں داور کی
کہ جن سے ہو گئی توحید ثابت ربِّ اکبر کی

یہ واحد در ہے جس در پہ جھکے ہیں دہر لوا شکے سر
انہیں بھی کھینچ لیتی ہے کشش ایقانِ سرور کی

ہے دینِ حق جو باقی، کربلا والوں کا صدقہ ہے
بچائی خونِ اصغرؑ نے صدا اللہ اکبر کی

حسینی معجزہ تھی کربلا میں جنگ اصغرؑ کی
اِس اِک بچے نے آ کر حق و باطل کی مہم سر کی

زبانِ خشک کے حملے سے فوجِ اشقیا سر کی
اسی بچے سے ٹوٹیں قوتیں باطل کے لشکر کی

سنو دعوے سے کہتے ہیں مثالیں لائے یہ دنیا
ہمارے پانچ۵ کی بارہ۱۲ کی چودہ۱۴ کی بہتّر کی

چلو دی ہم نے مہلت آج سے تا حشر دکھلا دو
مثالیں زینبؑ و کلثوم کی یا بنتِ سرور کی
یہ آلِ پاک ہیں لاؤ مثال ان کے صحابہ کی
اویس و میثم تمار کی سلمان و بوذر کی
کمیل و سعد سا، عمار سا، مقداد سا لاؤ
مثال اچھا بتا دے کوئی مالک ابنِ اشتر کی
غلاموں اور کنیزوں کی مثالیں ان کے دکھلا دو
ابو رافع کی جون و زید کی فضہؓ کی قنبر کی
غلاموں کا غلام ان کے ہم اپنے کو سمجھتے ہیں
ہمارا بھی نہیں ثانی قسم ہے ربِّ اکبر کی
جو ہم باقی ہیں دنیا میں یہ ہے اک معجزہ حق کا
مٹانے ہم کو سعیٔ رائیگاں دنیا نے مل کر کی
چنا دیواروں میں زندہ بنایا خون سے گارا
مگر ہم ہر جگہ پھیلے، بنے تفسیر کوثر کی
جھکایا جس طرح نمرودیت کو اک پتنگے نے
سفینے نے ہمارے توڑ دی طاقت سمندر کی

عزائے شہ مٹانے سے سبھی دنیا ہو چکی عاجز
عزا کو دینِ حق میں منزلت حاصل ہے محور کی

جو جاء الحق کی ہے تفسیر حق رکھے اسے قائم
ہے عاجز اس کے استیصال سے قوت جہاں بھر کی

وہ ظلم و جور و استبداد کا بیڑا ڈبو دے گا
فنا کر دے گا اک اک فرد کو باطل کے لشکر کی

ہمیں سچا حسینی اے شہ والا بنا دیجئے
ہمارا نام بھی زینت ہو اہل حق کے دفتر کی

محب کو ساتویں بار اپنے روضے پر بلا لیجے
کراچی جب سے آیا سو گئی تقدیر مضطر کی

محب حاجی بھی ہے زائر بھی ہے ذاکر بھی ہے شہ کا
بھکاری ہے شہ دیں کا عطا ہے یہ اسی در کی

ڈاکٹر سید منظور مہدی منظورؔ رائے پوری

نصِّ قرآن

نمائش تھی جو نا ممکن جمالِ روئے انور کی
تجلّی اپنی خالق نے ہر اک ذرّے میں مضمر کی

عیاں ہر شکل میں ہو کر چھپایا اپنی ہستی کو
مگر شمعِ تہِ فانوس نے محفل منوّر کی

بذاتِ خود اک آئینہ بنایا وصفِ ذاتی کا
محمدؐ نام گویا شکل ہے اوصافِ داور کی

جمالِ ذاتِ پیغمبرؐ کمالِ صنعتِ داور
نظر آتی ہے آئینے میں صورت آئینہ گر کی

حدِ امکاں سے بالا منزلِ قوسین پر فائز
ہوا تک لگ نہیں سکتی جہاں جبریلؑ کے پر کی

خدا کے علم کی صورت رسائی ان کی بے پایاں
جہاں تک کُن کی وسعت ہے وہی حد ہے پیمبرؐ کی

نبی لاکھوں جو یاں آئے انہی کا پیش خیمہ تھے
بتانے کو خبر آئے تھے سب محبوبِ داور کی
وہ دن بھی آگیا آخر کہ تاریکی میں باطل کی
محمدؐ کا اجالا تھا نقابِ رخ جو نہی سرکی
قیامت تک سپردِ آل جو کارِ رسالت کی
علیؑ تکمیل کو آئے ہوئی تخلیق شبرؑ کی
مبارک تھی وہ ہجری تیسری اور تیسری شعبان
ہمارے تیسرے ہادی نے جب دنیا منور کی
اسی یومِ ولادت کا بپا یہ جشنِ رنگیں ہے
بنی ہے جس سے جنت آج منزل تذرِ جعفرؑ کی
نبیؐ کے گھر ہے شادی شادمیں بندے خدا والے
خدا رکھے ولادت ہے حسینؑ بندہ پرور کی
منور ہو گئی اس چاند سے اسلام کی دنیا
کہ جس نے ماند کر دی روشنی خورشیدِ خاور کی
زباں کھلنے سے پہلے ہی بنے یہ مصحفِ ناطق
زباں مولود نے چوسی جو اپنے جد پیمبرؐ کی

ہوا بالکل مکمل پنجتنؑ کا آج گلدستہ
مہک پھیلی ہوئی ہے پانچویں اس غنچۂ تر کی
فضا میں مدح کے پیشِ نظر منظور ہیں لاکھوں
لکھو مطلع جو سرخی ہو ثنائے جانِ حیدرؑ کی
ثنائے حضرتِ شبیرؑ مدحت ہے پیمبرؐ کی
پیمبرؐ کی ثنا گویا عبادت ربِّ اکبر کی
نگاہوں سے بھی بالاتر ہے تخئیل کی بلندی پر
نمایاں سربلندی ہے سرِ مظلومِ بے سر کی
زمیں سے عرش تک مشکور ان کی سعیٔ ایمانی
ہے عالمگیر شخصیت حسینؑ نامِ آور کی
بنی اجرِ رسالت جب مودت نصِ قرآں ہے
محبت جزوِ ایماں ہو گئی سبطِ پیمبرؐ کی
نظر پھر پھر کے شاہِ کربلا کے در پہ رکتی ہے
اگر انسانیت کو جستجو ہوتی ہے رہبر کی
سرِ شہ پر بقا اسلام کی جب منحصر ٹھہری
تو سر سجدے میں دے کر یہ مہم شبیرؑ نے سر کی

کسے یہ علم تھا مظلومیت ہے قوّتِ غالب

مگر جنگِ حسینی نے حقیقت یہ اُجاگر کی

لقب مخصوص ہے قرآن میں ذبحِ عظیم اِن کا

ذبیحؑ اللہ دیکھیں تو فضیلت ابنِ حیدرؑ کی

وہ نفسِ مطمئنّہ جس سے خالق ہوگیا راضی

رضا شبیرؑ کی مرضی بنی خلّاقِ اکبر کی

مساوی ہیں بنی آدم ہے سب کو حقِّ آزادی

بنا کردہ ہے یہ تحریک جانِ شاہِ خیبر کی

کٹا تھا سر جو سجدے میں رہیگا حشر تک باقی

یہ سجدہ خاتمے پر حد بنے گا روزِ محشر کی

بہتّر قائموں پر قصرِ ایماں ہوگیا قائم

سرِ نوشتہ نے یوں ڈالی بنا دینِ پیمبر کی

ڈھلے تھے ایک سانچے میں بہتّر کربلا والے

بڑھے باندھے کفن سر سے تو فوجِ اشقیا سر کی

زبانِ حال سے ماضی یہ مستقبل سے کہتا ہے

مثالی جاں نثاری تھی رہِ حق میں بہتّر کی

ہمارا ذکر کیا تاریخ عالم خود یہ کہتی ہے
طفیلِ کربلا ہے اب صدا اللہ اکبر کی

قصیدے کا عطا ہو یہ صلہ منظورؔ کو یارب!
پئے شبیرؑ بر آئیں مرادیں قلبِ مضطر کی

حسین نذر

حُبِّ علیؑ

خدا کی راہ میں قربانیاں دے کر بہتّر کی
حسینؑ ابنِ علیؑ نے لاج رکھ لی شیرِ مادر کی

سوالِ بیعتِ باطل اٹھایا جب کسی نے بھی
مقابل میں اٹھا کوئی تو بس! اولادِ حیدرؑ کی

مئے حُبِّ علیؑ پی کر بہکتا ہوں بہکنے دو
خدا کے واسطے بس شیخ جی! ہانکو نہ بے پر کی

بزرگ و برتر و بالا سبھی حضرت کے ساتھی تھے
مگر پھر کیوں علیؑ کی منتظر تھی فتحِ خیبر کی

رہِ باطل سے ہٹ کر راہِ حق پر آ رہا ہے حُر
بدلنے کو بدل جاتی ہے یوں قسمت مقدّر کی
درِ شبّیرؑ جس کو مل گیا ہو پھر نہ در اُس کو
ضرورت کیا جبیں سائی کرے وہ اب کسی در کی

سیّد انصار حسین زیدی نفیسؔ

بخت ساز

ریاضِ دہر میں ہے آمد آمد اُس گلِ تر کی
فضا مہکی ہے جس سے گلشنِ دینِ پیمبرؐ کی
وہی بن کر جو آیا سرخیٔ افسانۂ اُلفت
وہ! جس نے رہ گذارِ عشق اپنے سر کے بل سر کی
وہ! جس نے غیرتِ خوابیدہ انسانوں کو چونکایا
بنا تسکین جو انسانیت کے قلبِ مضطر کی
وہ! جس کی آہِ سوزاں نے جلایا خرمنِ باطل
وہ! جس کے دم سے باقی ہے صدا اللہ اکبر کی

نقابِ تیرگیٔ شام جس نے چاک کر ڈالا
وہ جس نے اپنے دل کی لَو سے راہِ حق اجاگر کی

نبیؐ کے بعد وہ عقل و جنوں کے معرکے توبہ!
وہ ناہمواریٔ راہِ یقیں جس نے برابر کی

کرم ہے جس کے ایثار و عمل کا سارے عالم پر
عنایت ہے یہ سب جس کی نگاہِ بندہ پرور کی

وہی زینت دہِ ہستی ہوا ہے بزمِ عالم میں
وہی جس سے بڑھی ہیں قوتیں بازوئے شبرؑ کی

ولادت آج ہے لختِ دلِ زہراؑ و حیدرؑ کی
دوبالا کیوں نہ ہو تابندگی اللہ کے گھر کی

ہوا ہے موجزن بحرِ عطائے ساقیٔ کوثر
بلندی آزمائیں آج سب اپنے مقدر کی

پڑھو صلِّ علیٰ اے جرعہ نوشانِ مئے ایماں!
سبیل اپنے لئے خالق نے کی ایک اور ساغر کی

چراغِ خانۂ زہراؑ کی ضوپاشی کا کیا کہنا
بنی ہے سرمۂ چشمِ بصیرت خاک اس گھر کی

مبارک اے شاہزادی آپ کو یہ چاند سا بیٹا
جبیں سائی کرے گی خلق اس ماہِ منور کی

مبارک اے محبانِ علیؑ ابنِ شبیرؑ سا رہبر
نگاہِ لطف سے ہے جس کی جنت آپ کے گھر کی

حسینؑ اب بزمِ اہلِ دل میں اک شمعِ فروزاں میں
ضیا باقی ہے جب تک آفتاب و ماہ و اختر کی

خلوصِ دل سے جب نام حسینؑ آتا ہے ہونٹوں پر
چھلک کر اشک دیتے ہیں بشارت جامِ کوثر کی

میری ناکامیوں پر اک نظر اے بخت ساز آقا
کوئی تدبیر اے مولا سکونِ قلبِ مضطر کی

نفیس ایمان اپنا الفتِ سبطِ پیمبرؐ ہے
ہمیں اب فکر ہی کیا ہے حسابِ روزِ محشر کی

وصی فیض آبادی

آغوشِ نبوّت

رُخِ ہستی سے آج اِک اور ظلمت کی ردا سرکی
جہاں میں روشنی پھیلی رخِ سبطِ پیمبرؐ کی
ایک آئینۂ محبت بن گئی سبطِ پیمبرؐ کی
اشارہ کر رہی ہیں مجھ کو موجیں حوضِ کوثر کی
حسینؑ اب ہیں، حسنؑ کے ساتھ گودی میں پیمبرؐ کی
شباہت کتنی ملتی ہے برادر سے برادر کی
بہر منزل فضیلت ایک ہے شبّیرؑ و شبّرؑ کی
لباسِ خلد آئے یا کہ ہو تقسیم گوہر کی
صدا دیتی ہے جرأت آج تک سبطِ پیمبرؐ کی
خدا کی راہ میں بازی لگا دیتے ہیں یوں سر کی
عیاں ہے پرتوِ شبّیرؑ سے تنویر داور کی
یہ آئینہ وہ ہے جس میں جھلک ہے آئینہ گر کی
اُسی نورِ ازل کے دونوں ٹکڑوں کا یہ مجموعہ
اگر صورت ہے حیدرؑ کی تو سیرت ہے پیمبرؐ کی

محمدؐ کو سمجھنا ہو اگر شبیرؑ کو سمجھو
حقیقت آئینہ ہوتی ہے آئینہ سے جوہر کی

رہی بچپن میں آغوشِ نبوت مثلِ گہوارہ
امامت کروٹیں لیتی تھی گودی میں پیمبرؐ کی

شرابِ الفتِ شبیرؑ کا انداز تو دیکھو
سرور آتا ہے جس پر چھوٹ پڑ جاتی ہے ساغر کی

انہی کا سوزِ الفت موم کر دیتا ہے آہن کو
انہی کا ذکر ماہیت بدل دیتا ہے پتھر کی

غمِ دوراں کی تاریکی ہمیں بھٹکا نہیں سکتی
بہت ہے روشنی داغِ غمِ سبطِ پیمبرؐ کی

غمِ شبیرؑ سے ملتا ہے جوہر دل گدازی کا
کوئی کج فہم کیا جانے حقیقت دیدۂ تر کی

ستارے قلب کی نرمی سے پلکوں پر مچلتے ہیں
کہیں اے سنگدل روشن ہوئی ہے شمع پتھر کی

اگر آلِ پیمبرؐ سے وہی الفت کا دعویٰ ہے
تو پھر نظروں میں سیرت بھی رہے آلِ پیمبرؐ کی

سال سوئم سنہ ۱۹۶۱ء

اسمائے شعرائے کرام

احسان امروہوی	عروج بجنوری
ارم لکھنوی	آغا عزت الزماں عزت لکھنوی
علی حیدر اسیر فیض آبادی	قائم امروہوی
ثمر ہوشنگ آبادی	مظہر الحق فاروقی مظہر
محمد حسین خاں حسین ملتانی	سید کرار حیدر کرار جونپوری
میر رضی میر کھیر تلوی	کمال جبلپوری
رسوا میرٹھی	محب حیدر آبادی
سید کرار حسین زاہد فتحپوری	منور علی سلیل
توقیر حسین زیدی	ڈاکٹر سید منظور مہدی منظور رائے پوری
سخن فتحپوری	حسین نذیر
سرفراز حبانی	نشاط نورانی
سعید جونپوری	نظر جعفری
صابر تھارہانی	سید انصار حسین نفیس فتحپوری
مظفر حسین زیدی ظفر جونپوری	وصی فیض آبادی

سال سوم ۱۹۶۱ء

مصرع ؎ ولادت کی خوشی پوچھے کوئی خاتونِ جنت سے
" ؎ کیسی ہے ضیا باری خورشیدِ امامت کی

احسان امروہوی

اعجازِ فغاں

سرخی ہے بہت گہری دامانِ شہادت کی
قرآن سمٹ آیا تفسیر میں آیت کی
نیزے پہ تھے سر نے قرآں کی تلاوت کی
تکذیب ہے دعوئے ہذیانِ رسالت کی
اک آگ بھڑک اٹھی ہر قلب میں نصرت کی
کیا شورِ قیامت ہے آوازِ امامت کی
اللہ رے یہ موجیں دریائے شجاعت کی
ہر قطرے نے بڑھ بڑھ کر طوفاں کی قیادت کی
ہنگامِ نمازِ صبح مے پی کے امامت کی
پھڑکی وہ رگِ کینہ تفریق جماعت کی

یہ جرأت و سرتابی، بے باکیاں امت کی
حق تلفیاں اور وہ بھی خاتونِ قیامت کی

جب شان تھی جینے میں اب آن ہے مرنے میں
وہ شرط تھی سیرت کی یہ قیمت ہے بیعت کی

گلشن میں گذاری یوں، اے اہلِ چمن! ہم نے
پھولوں کی محبت میں کانٹوں سے مروّت کی

جب لب پہ مؤذن کے نام آیا محمدؐ کا
خم ہوگئی پیشانی دربارِ شقاوت کی

گر اور زمیں ہوتی شق ہو کے ہی رہ جاتی
اے کرب و بلا! تیری مٹی ہے قیامت کی

ایمان فروشوں کو کیا فیض نہ تھے حق سے
ایمان فروشوں نے کیوں حق سے بغاوت کی

لائے نہ اجل جب تک پیغام رہائی کا
کب بیڑیاں کٹتی ہیں ارباب صداقت کی

دھوتے ہی رہے خونِ ناحق کے نشانوں کو
بڑھتی ہی رہی سرخی دامانِ شقاوت کی
کیا خاک ہوا پائندہ اس گلشنِ ہستی میں
شل ہو گئے جب بازو پرواز کی جرأت کی
غیروں کی وہ منزل تھی جو راہ سے لوٹایا
تفسیر برأت ہی صدرت تھی برأت کی
چھائی ہے اداسی کیوں محشر کی فضاؤں پر
کیا حشر میں آئی ہے خاتونِ قیامت کی
وحدت کا تصوّر ہی خود منزلِ رابع ہے
ہیں ختم یہاں راہیں پیرانِ طریقت کی
دنیا کی اڑیں نیندیں اعجازِ فغاں دیکھو
فریاد قیامت تھی خاتونِ قیامت کی
جب خون کا ہر قطرہ نکلا تنِ مولا سے
اِک تازہ لہو دوڑا رگ رگ میں شجاعت کی
ہر ذرے میں تابندہ کیا نورِ حسینی ہے
یا شمع فروزاں ہے انوارِ رسالت کی

مقبولیتِ کُل کی منزل ہی سمٹ آئی
دنیا نے کشش دیکھی اک سجدۂ طاعت کی
گنتی میں بہتّر ہیں اور عہدِ وفا واحد
قلّت کا تصوّر ہی تمہید ہے وحدت کی
یہ اہلِ چمن احساں! دلدادۂ کثرت ہیں
الجھے رہے کانٹوں میں پھولوں سے نہ رغبت کی

آرزو لکھنوی

نیابت

یہ کون حسینؑ آیا منزل پہ امامت کی
تا حشر ہوئی قائم تبلیغ رسالت کی
اسلام کی اے مولا! کیا تو نے حفاظت کی
اللہ کی خدمت کی نانا کی نیابت کی
بے مثل تھی اس درجہ شبیرؑ کی قربانی
پھر کھنچ نہ سکی ایسی تصویر شہادت کی
تھا کتنی بلندی پر شبیرؑ ترا سجدہ
سجدے نے بڑھا دی ہے توقیر عبادت کی

تو روحِ صداقت ہے تو جانِ شریعت ہے
تجھ سے نہ ہو کیوں روشن ہر شمع ہدایت کی

راضی بہ رضا ہو کر حاصل کیا یہ رُتبہ
مرضی جو تری ٹھہری، مرضی وہی قدرت کی

شبیرؑ نے دکھلائی ثابت قدمی ایسی
بے کار ہوئیں چالیں تذویرِ سیاست کی

اس دورِ یزیدی میں سر تا بقدم مولا!
تو شکلِ مجسّم تھا اظہارِ حقیقت کی

باطل کو کچل ڈالا اے پیکرِ حق کوشی
سر دے دیا سجدے میں تسلیم نہ بیعت کی

یکجا تھیں بصد خوبی کردارِ حسینی میں
تبلیغ شریعت کی تدبیر شفاعت کی

دنیا بھی منوّر ہے عقبیٰ بھی منوّر ہے
اللہ رے ضیا باری خورشیدِ امامت کی

نازاں ہوں آرمؔ اپنی بیداریٔ قسمت پر
مقبول جو ہو جائے یہ نذرِ عقیدت کی

علی حیدر امیر فیض آبادی

رموزِ مصلحت

مئے عرفاں کی لذت کوئی پوچھے مدح گسترسے
جسے پینے کو ملتی ہے براہِ راست کوثر سے
ہمیں رہبر ملے ہیں کیسے کیسے فضلِ داور سے
محمدؐ سے علیؑ و فاطمہؑ شبیرؑ و شبرؑ سے
حسینؑ آئے مکمل ہو گئی رونق زمانے کی
چمک اٹھا ہر اک ذرّہ شعاعِ مہرِ انور سے
نبیؐ نے لے کے آغوشِ محبت میں یہ فرمایا
بہاریں آئیں گی گلزارِ دیں میں اس گلِ تر سے
یہ ہنگامِ خوشی آنکھوں میں آنسو کس لئے آئے
رموزِ مصلحت کیا ہیں کوئی پوچھے پیمبرؐ سے
ملی ہے حق کی جانب سے جناں کی ان کو سرداری
نبیؐ سے خلق پایا اور شجاعت پائی حیدرؑ سے
سخاوت وہ کہ جس کی مدح کی خالق نے قرآں میں
گداؤں کو عطا ہوتی ہے شاہی آپ کے در سے

زباں شبیرؑ نے یوں بند کر دی اہل باطل کی
ہوئی دنیا نہ پھر بیعت طلب آل پیمبرؐ سے
ضریح پاک چوموں جان جائے در پہ مولا کے
اثیرؔ اٹھتی ہے رہ رہ کر دعا یہ قلب مضطر سے

نجم ہونشنگ آبادی

درِ پنجتن

خبر پیدائش شبیرؑ کی سن کر پیمبرؐ سے
مدینہ گونج اٹھا نعرۂ اللہ اکبر سے
مبارک باد کی آواز آتی ہے ہر اک گھر سے
گلے ملتے ہیں اصحاب نبیؐ آ آ کے حیدرؑ سے
نظر آتے ہیں یوں کہتے ہوئے سلمانؓ ابوذرؓ سے
مبارک ہو ملا ہے لطف دو عالم مقدر سے
نبیؐ آئے علیؑ آئے جناب سیدہؑ آئیں
مکمل نور آیا آمد شبیرؑ و شبرؑ سے

یہ دورِ پنجتن ہے یہ عطاؤں کا زمانہ ہے
یہ موقع ہے کہ دنیا گود بھر لے لعل و گوہر سے

یہ عین اللہ کا گھر ہے یہ باب العلم کا گھر ہے
محمد مصطفےٰ کا نام روشن ہے اسی گھر سے

عجب معجز نما بچے ہیں تیرے اے نبی زادی!
ابھی پیدا ہوئے اور ہو گئے مانوس گھر بھر سے

ہمارے ہاتھ میں ہے آل اور قرآن کا دامن
یقیناً حوضِ کوثر پہ ملیں گے ہم پیمبر سے

محمدؐ کی شفاعت اس کو حاصل ہو نہیں سکتی
مسلماں ہو کے جو رکھے گا دل میں بغض حیدرؑ سے

نظر آئے گلے ملتے ہوئے تاریخ عالم میں
کبھی اسلام سے حیدرؑ کبھی اسلام حیدرؑ سے

سنان و تیر کے پہرے میں تلواروں کے سائے میں
خدا رکھے یہ کون ہنستا ہوا اٹھا ہے بستر سے

خدا کی راہ میں رکھا تو ہے تو نے قدم لیکن
گذرنا ہے تجھے اے بے خبر شبیرؑ کے در سے

نہ کیوں حاصل ہو قرب بارگاہ پنجتن تجھ کو
کہ پوا سال کاٹا ہے مدد دے کر بہتر سے
خدا کی شہ نے اپنی زندگی بطنِ مادر بھی
سہارا لے کے دشتِ کربلا میں عمر اصغر سے
فقط ہمشکلِ پیغمبر نہیں تو اے علی اکبر
تری آواز بھی ملتی ہے آوازِ پیمبر سے
عطا مجھ کو بھی ہو تجھ یا علیؑ حسنینؑ کا صدقہ
مرادیں پا رہے ہیں اہلِ حاجت آپ کے در سے
پیاسا پھر رہا ہے شمر مثل سگ مسلمانو!
نہیں پانی نہ پی لے سبیلِ ابنِ حیدرؑ سے
شمر ماتم کدہ ترا رہے آباد محشر تک
نہ ہو فرصت کبھی تجھ کو غمِ سبطِ پیمبرؐ سے

محمد حسین خان حسین بلتستانی

محسنِ اعظمؑ

زباں بھی بند کر کے دیکھ لے کوئی ستمگر سے
کریں گے غم کی ہم نشر و اشاعت دیدۂ تر سے

مرے جذبات پیہم کے دبانے کا نتیجہ ہے
نمایاں ہے غمِ شبیرؑ ہر دیوار سے در سے

حدیثِ مصطفےٰؐ بھی ہے عقیدہ ہی نہیں میرا
وہ ناری ہے جسے الفت نہیں آلِ پیمبرؐ سے

یزیدِ روسیاہ کو جو سمجھتے ہیں امیر اپنا
یہی وہ ہیں عداوت ہے جنہیں سبطِ پیمبرؐ سے

زمیں کو آسماں کہہ دوں یہ ناممکن ہے ناممکن
علیؑ کے لال کو تشبیہ دوں دنیا کے گوہر سے

مجسّم ناخامسِ آلِ عبا جس دم ہوا پیدا
منور ہو گیا سارا جہاں اس ماہِ انور سے

طلسمِ قیصریت توڑنے والا ہوا پیدا
صدائیں آ رہی ہیں آج ہر دیوار سے در سے

نکالے گا یہی گرداب سے اسلام کی کشتی
بڑھے گی گلشنِ ایماں کی رونق اس گلِ تر سے

سلام اے عالمِ انسانیت کے محسنِ اعظم
تری مدح و ثنا کیا ہو بھلا مجھ ایسے احقر سے

وضاحت کر رہا ہوں آج بھی میں دیدۂ تر سے
کہ میرا ربط قائم ہے علیؑ کے ماہِ انور سے

غمِ شہؑ میں جو آنکھوں سے میرے آنسو نکلتے ہیں
صلہ ان کا ملے گا حشر میں زہراؑ و حیدرؑ سے

قدم چوما حیاتِ جاوداں نے ناز سے
سوئے شہؑ حبیب ابنِ کر حُرؑ چلا اعدا کے لشکر سے

شہیدِ کربلا سے جب ملا پروانۂ جنت
لباسِ زندگی بدلا شہیدوں نے نئے سر سے

اذانِ روزِ عاشورہ کا مطلب صرف اتنا ہے
کہ اکبر ہو نہیں سکتا جدا اللہ اکبر سے

جلایا اس لئے گھر ظالموں نے آلِ احمدؐ کا
کہ حق کا راستہ ملتا تھا دنیا کو اسی گھر سے
لرز اٹھا یزید اور ہر طرف سکتے کا عالم تھا
سنا خطبہ بھرے دربار میں جب بنتِ حیدرؑ سے
حسینؑ ابن علی کے نام سے اسلام زندہ ہے
حیاتِ جاوداں اس کو ملی سبطِ پیمبرؐ سے

میر رضی میر کھیر تلوی

میزانِ عظمت

گھٹائیں چھائیں رحمت کی عطائے حقؑ کے مینہ برسے
چھلکا دے اب تو ساقی میکشوں کو جامِ کوثر سے
کروں ان کی ثنا آفاق میں حاصل ہو گر مجھ کو
زباں بوذر سی دل سلمان سے اخلاص قنبر سے
وہ آخر کیوں کرے بیعت کسی کی جس نے پایا ہے
نبیؐ سے علم زہراؑ سے طہارت زورِ حیدرؑ سے

گراں تر ہے جہادِ کربلا میزانِ عظمت میں
اُحد سے، بدر سے، صفین سے، خندق سے، خیبر سے

مری آنکھوں سے ٹپکا دامنِ تطہیر پہ چمکا
ملا کر دیکھ اب رضواں مرے آنسو کو گوہر سے

پلٹ کر آنے والے دیکھ فاتح ایسے ہوتے ہیں
شکست اب تک لپٹ کر رو رہی ہے بابِ خیبر سے

رضیؔ اجرِ ثنا خوانی سے ادنیٰ تر ہے یہ دنیا
صلہ ہم مدحتِ شبیرؑ کا لیں گے پیمبرؐ سے

رسوا میرٹھی

چودہ آتشہ

سرِ مے خانہ مے یوں آج پانی کی طرح برسے
بجھائے پیاس مے کش ساغرِ صہبائے کوثر سے
دو عالم کی عبادت کم ہو جب اک ضربِ حیدرؑ سے
شجاعت ہو رقم خمسہ وح کی جبریلؑ کے پر سے
ہمیں اتنی محبت ہے شرابِ حُبِّ حیدرؑ سے
کہ اڑ کے ساغروں میں خود بخود آتی ہے کوثر سے
مئے سہ آتشہ ہے پھینک واعظ! اسکو ساغر سے
یہ چودہ آتشہ پی آنکر ساقیٔ کوثر سے
نہیں کچھ انتہا دستِ خدا کے زورِ بازو کی
اسے جبریلؑ سے پوچھے کوئی یا بابِ خیبر سے
یہ جنگِ کربلا کیا تھی جہانِ ظلم سر ہونا
حسینؑ ابنِ علیؑ مجبور تھے تحریرِ محضر سے
عوض جب ایک روٹی کے قطار اونٹوں کی دے ڈالی
تو اے رسوا! طلب کچھ تو بھی کر ساقیٔ کوثر سے

سیّد کرار حسین زاہد فتحپوری

گلزارِ مودّت

پھر موسمِ گُل آیا ، رُت آئی محبّت کی
پھر دل نے تصوّر میں مولیٰ کی زیارت کی
دیکھو وہ ! گھٹا اُٹھی پھر جھوم کے رحمت کی
پھر کوئی کلی چٹکی گلزارِ مودّت کی
نکہت سے گُلِ تر کی اک کیف کا عالم ہے
ہر سمت فضاؤں میں مستی ہے قیامت کی
لو نورِ سحر اُبھرا پھر خانۂ زہرؑا سے
عالم میں ضیا پھیلی خورشیدِ امامت کی
زھرؑا و پیمبرؐ کے دل سے تو کوئی پوچھے
اللہ نے دکھلائی ساعت یہ مسرّت کی
کچھ لب پہ تبسّم تھا کچھ دل میں غمِ فردا
تصویرِ الم آئی آنکھوں میں نبوّت کی
جب حق کے مٹانے کو باطل نے اٹھایا سر
لی حق کے فدائی نے انگڑائی قیامت کی

جب دین کی فریادیں گونج اٹھیں فضاؤں میں
بڑھنے لگی بے چینی اسلام پہ نصرت کی

اک چھوٹے سے لشکر میں یوں روحِ عمل بھر دی
دکھلائی زمانے کو پھر شان قیادت کی

کچھ حق کے نمائندے باطل کے مقابل تھے
پرواہ نہ کی مطلق پھر کثرت و قلت کی

اسلام کا شیدائی انجام سے واقف تھا
اس واسطے باطل کی زنہار نہ بیعت کی

دنیا کو دکھانا تھا کیا ربط ہے قرآں سے
سر نے جو شہِ دیں کے نیزے پہ تلاوت کی

عالم پہ ہوئی روشن وہ رنگِ شفق بن کر
جو شام کے دامن پر سرخی ہے شہادت کی

اکبر کی شہادت پر وہ سجدۂ شکرانہ
تمثیل نہیں ملتی اس صبر و شجاعت کی

دُرہائے نجف تو ہے کس طرح لٹائے ہیں
موجیں تو کوئی دیکھے دریائے سخاوت کی

محرابِ شہادت میں سجدہ جو کیا تو نے
وہ سجدۂ آخر تھا معراج عبادت کی
زاہد وہی محشر میں بخشش کا سہارا ہے
پروان چڑھا ہے جو آغوش میں رحمت کی

سید توقیر حسین زیدی

حسینی فوج

وہ جن کے فیض سے خود ابرِ رحمت جھوم کر برسے
ستم ہے وہ گھرانا قطرے قطرے کے لئے ترسے
ہے قائم دینِ حق زینبؑ سے عباسِؑ دلاور سے
محمدؐ سے علیؑ سے فاطمہؑ شبیرؑ و شبرؑ سے
ملائے اپنی قسمت کو جہاں ان کے مقدر سے
بلالؓ و جونؓ سے فضہؓ سے حرؓ سے اور قنبر سے
ہوئے ہیں اور ہوں گے سینکڑوں شمرِ ستمگر سے
زمانے میں نہ ہوں گے یاسر و سلمان و بوذر سے

ملے ہیں آج تک کس کو رفیق ایسے زمانے میں

کہ جیسے فاطمہؑ کے لال نے پائے بہتّر سے

جنابِ شیخ، رندانِ ولا کب کام رکھتے ہیں

سبو سے جام سے مینا سے پیمانے سے ساغر سے

ٹپکتا ہے جمالِ پاکِ شبّیریؑ بصد عظمت

ضیا سے عکس سے جلوے سے آئینے سے جوہر سے

زمینِ کربلا ہے عرش، جا کر پوچھ لے کوئی

فلک سے کہکشاں سے ماہ سے خورشید و اختر سے

مہک اٹھی فضا آتی ہے خوشبوئے گلِ زہراؑ

شجر سے برگ سے ریحاں سے غنچے سے گلِ تر سے

کیا ہمّت نے استقبال یوں سبطِ پیمبرؐ کا

تبر سے تیر سے تلوار سے نیزے سے خنجر سے

حسینی فوج کا زیدی مقابل لائے تو دنیا

جواں کا ذکر کیا کوئی ملائے آنکھ اصغرؑ سے

سخن فتحپوری

چودہ ساغر

وہ مے پیتا ہوں جو منسوب ہے آلِ پیمبرؐ سے
چھنی ہے جو جنابِ فاطمہؑ زہرا کی چادر سے
سمندر سے کسی دریا و در سے یا کسی گھر سے
زمانہ لائے تو لعل و گہر شبیرؑ و شبرؑ سے
ثباتِ نفسِ احمدؐ سے، شجاعت پائی حیدرؑ سے
سکون و صبر کا جوہر ملا ہے شبرِ مادر سے
نبیؐ کا دین روشن ہے اسی ماہِ منور سے
مسلماں کو ملی ہے دین کی دولت اسی گھر سے
اسی در کی تو راہیں جا ملی ہیں حوضِ کوثر سے
جناں کا راستہ بھی آ کے ملتا ہے اسی در سے
بشر کا ذکر کیا سنتا ہوں مہر و ماہ و اختر سے
ہوئی ہے اور نہ ہوگی جنگ لاکھوں کی بہتر سے
اشارے پر وہ جس کے ٹوٹ کر ابرِ کرم برسے
غضب ہے کربلا میں بوند پانی کو وہی ترسے

حسینؑ ابنِ علیؑ اٹھو صدائے دینِ احمدؐ ہے
یزیدی ظلم کا پانی اب اونچا ہو گیا سر سے
ہمارے جیسے ہادی لائے تو دنیا تو ذرا دیکھیں
پسر احمدؐ کے گھر سے اور پدر اللہ کے گھر سے
یہ آسانی ملے گی خاکِ یثرب لے مسلمانو!
مگر خاکِ درِ شبیرؑ ملتی ہے مقدر سے
نظر انداز جس نے کر دیا آلِ پیمبرؐ کو
اُسے کیا واسطہ فردوس سے تسنیم و کوثر سے
بغیرِ واسطہ یارو محمدؐ مل نہیں سکتے
رسائی کے لئے پہلے ملو آلِ پیمبرؐ سے
یزیدی ظلم سے شبیرؑ آخر کس طرح بچتے
نہ آدمؑ بچ سکے جنت میں بھی شیطان کے شر سے
ہر اک جانب سحابِ رحمت کونین باراں تھا
جو ادنیٰ ظرف تھے تشنہ رہے کھوٹے مقدر سے
بہتّر کے فسانوں سے بہلتا ہے دلِ مضطر
سخن کی تشنگی بجھتی ہے ساقی چودہ ساغر سے

سرفراز جمانی

دوشِ پیمبر

اشاعت دینِ کامل کی ہوئی سبطِ پیمبرؐ سے
فضائیں گونج اٹھیں نعرۂ اللہ اکبر سے

لیا کچھ بھی پیمبرؐ سے نہ اولادِ پیمبرؐ سے
سبق حاصل کئے امت نے دارا و سکندر سے

وہ جلوہ ریزیاں ہیں ذرّہ ذرّہ مظہرِ حق ہے
ملی ہے روشنی دنیا کو شمعِ بزمِ حیدرؑ سے

ثناخوانِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہوں اس پہ ہوں نازاں
شفاعت کے لئے کافی ہے یہ سرخی مقدّر سے

بلالو اپنے روضے پر شہِ کرب و بلا مجھ کو
کہ نکلے کشتیٔ دل میری عصیاں کے سمندر سے

مجھے بھی قوّتِ پرواز ہے درکار عالم میں
ملے فطرس کو بال و پر میرے مولا ترے در سے

نبیؐ کی گود میں یوں مسکرانا میرے مولا کا
سبک بارِ شفاعت کر دیا دوشِ پیمبرؐ سے

پشیماں ہوں گنا ہوں پر ہیں اپنے اے شہ والا
سفارش روزِ محشر کیجئے خاتونِ محشر سے

تلاطم میں پھنسا ہوں ناخدائے کشتئ اُمّت
خبر لو اب تو اونچا ہو گیا پانی میرے سر سے

ثباتِ دہر کیوں صدقے نہ جائے عزمِ محکم پہ
حسینؑ آئے ہیں تجھ میں حوصلے یہ شیرِ مادر سے

بہت موجوں کو اپنی ناز تھا بحرِ مسرّت پہ
یہاں دریا بہا ڈالے ہزاروں دیدۂ تر سے

ہماری مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں دم بھر میں
ہمیں اے سرفرازؔ امید ہے مولائے قنبر سے

سعید جونپوری

سورۂ کوثر

مے آج پلا ساقی خمخانۂ وحدت کی
پُرکیف گھٹائیں ہیں چھائی ہوئی رحمت کی
ضو بار شعاعوں سے خورشید ہدایت کی
کافور ہوئی ظلمت دنیائے ضلالت کی
کیا تیسری شعباں کو رحمت کی بہار آئی
خوشبو سے بسی دنیا ریحان رسالت کی
فرزند دیا حق نے آج اپنے پیمبر کو
یا سورۂ کوثر کی تفسیر عنایت کی
سرداری و ہیبت ہی حصے میں نہیں آئی
پائی ہے شباہت بھی سلطانِ رسالت کی
دعوئ سلونی کا حق کیوں نہ انہیں پہنچے
گھیرے ہوئے ہر شے کو وسعت ہے امامت کی

افطار کی روٹی بھی سائل کو عطا کر دی
بچپن ہی میں یہ ہمت ایثار و سخاوت کی

کیا جانے وہ شہزادے کیا ہوں گے جواں ہو کر
آغوش ملی جن کو خاتونِ قیامت کی

اغراق و غلو کا ہے دنیا کو گماں ہم پر
ہم شرح سے قاصر ہیں آثارِ فضیلت کی

بیٹوں کی جگہ ان کو لے کر گئے پیغمبرؐ
پیش آئی ضرورت جب تصدیقِ رسالت کی

سردارِ جناں ہیں یہ پھر اس پہ تعجب کیا؟
پوشاک اگر آئی ان کے لئے جنت کی

عمار ہوں یا بوذر، مقداد ہوں یا سلماں
رکھتے ہیں ولا دل میں سبطینِ رسالت کی

دونوں کی برابر کی کوشش سے زمانے میں
بنیاد ہوئی محکم ایوانِ شریعت کی

اک زہرِ ہلاہل سے اک خنجرِ قاتل سے
پہنچا ہے خدا شاہد منزل پہ شہادت کی

اک صلح کا پیکر ہے اک جنگ کا مظہر ہے
یوں دونوں نے پائی ہے میراث نبوّت کی

بحرینِ طہارت کے یہ لولو و مرجاں ہیں
کیوں ان سے نہ ہو زینت اکلیلِ امامت کی

معیارِ تقابل پر جانچو نہ سعیدان کو
انداز سے باہر ہے حد ان کی فضیلت کی

منور علی شکیل

متاعِ جاودانی

نہ پوچھو کوئی حیدرؑ سے نہ پوچھو یہ پیمبرؐ سے
"ولادت کی خوشی پوچھے کوئی خاتونِؑ محشر سے"

ثنا شبیرؑ کی کرنے چلا ہوں آج جو گھر سے
تخیل مل گیا مجھ کو شہِ والا ہی کے گھر سے

فضا مہکی زمانے کی شہِؑ والا کی آمد سے
چمن گلزار ہے سارا خزاں بھاگی ہے یوں ڈر سے

حسینؑ ابنِ علیؑ کا ورد ہے میرے وظیفے میں
تو مشکل کیا بڑی مشکل بلائیں دور ہیں سر سے

دعائیں دے رہی ہیں فاطمہ زہراؑ بھی محفل میں
ملا ہے یہ صلہ مجھ کو مرے اچھے مقدر سے

تھی کوئی مصلحت شبیرؑ کی ورنہ یوں کربل میں
حقیقت کیا تھی فوجوں کی جو وہ لڑتے بہتر سے

کرم ہے میرے مولا کا عنایت میرے آقا کی
غلامِ حضرتِ شبیرؑ ہوں بہتر ہوں بہتر سے

حسین ابنِ علیؑ گر چاہتے تو ایک دم بھر میں
بدل جاتی زمانے کی ہوائیں ان کے تیور سے

تھی امت بخشوانی اور تھا یہ امتحاں ورنہ
پلانے والے کوثر کے بھلا پانی کو یوں ترسے

خدا شاہد ہے عالم کا یہ پردہ فاش ہو جاتا
ڈھکا ہے پردۂ عالم فقط زینبؑ کی چادر سے

غمِ شبیرؑ کی دولت چھپی ہے میرے سینے میں
متاعِ جاودانی پا رہا ہوں زندگی بھر سے

ابھی تو گھٹنیوں چلنا بھی سیکھا تھا نہ دنیا میں
عداوت کیا تجھے تھی حرملہ بے شیر اصغر سے

حسینؑ ابنِ علیؑ کے جیسے تھے اب ہو نہیں سکتے
یہ دنیا لا تو دکھلائے ہمیں انصارِ سرور سے

ہیں دامن پہ غمِ شبیرؑ میں آنسو جو موتی سے
سلسبیل بن جائیں گے اک دن یقیناً لعل و گوہر سے

صابر تھاریانی

محرابِ عبادت

کامل ہوئی تب منزل تبلیغِ رسالت کی
جس دم سرِ اقدس نے نیزے پہ تلاوت کی

حیرت ہے عبارت کو کس طرح عبادت کی
قدرت کو تعجب ہے حد دیکھ کے طاعت کی

شبیرؑ کا عاشق ہوں حاجت نہیں جنّت کی
کونین کی دولت ہے دولت یہ مودّت کی

ہوتی نہ حقیقت کچھ دنیا میں حقیقت کی
شبیرؑ کے دم سے ہے یہ جان شریعت کی

اب موت کی تلخی میں لذّت ہے قیامت کی
اکبر سے کوئی پوچھے شیرینی شہادت کی

اللہ کی طاعت کا خوابیدہ مقدّر تھا
سجدے سے ترے چمکی تقدیر عبادت کی

تم عزم کرو پیدا اصغر سے سبق سیکھو
میدانِ شہادت میں کس شان سے شرکت کی

عاشورِ محرم کو وہ تو نے کیا سجدہ
بنیاد پڑی جس سے محرابِ عبادت کی
خوں دے کے قیامت تک شاداب کیا شہ نے
یوں گلشنِ ایماں کی جاں دیکے حفاظت کی
خوں تیرا ملا اس میں عزت ملی تربت کو
اب خاک کے سینے میں دولت ہے شفاعت کی
سر رکھے ہتھیلی پر وہ مردِ خدا آیا
چمکے گی ابھی قسمت مقتل میں شہادت کی
صابرؔ ہی کی ہے جنت اس شاہ سے ہے الفت
جس شہ نے تہِ خنجر اسلام کی خدمت کی

صفدرؔ

صبح ارتقا

بہارِ جانفزا آئی کھلے غنچے نئے سر سے
اُٹھے اہلِ چمن انگڑائیاں لے لے کے بستر سے
جدھر دیکھو نزاکت سے بچھا ہے فرش سبزے کا

ہوائے تند خو اپنا قدم رکھتی نہیں ڈر سے
نسیمِ نرم رو کی نرم رفتاری کا کیا کہنا
کہاں گرتے ہیں شبنم کے نگینے برگِ گلِ تر سے
کبھی ہوتی ہے غنچے کی دہانِ یار سے نسبت
کبھی ملتی ہے غنچے کی ادا لبریز ساغر سے
کلی کی خامشی بتلا رہی ہے پھول کی حالت
لطافت چھن رہی ہے حسن کی باریک چادر سے
کلی سے پھول بننے کا فسانہ اتنا ہے رنگیں
کہ رنگینی برستی ہے فضا سے بام سے در سے
گلِ تازہ نے آنکھیں کھول کر گلشن کو یوں دیکھا
کہ رعنائی نے پایا فیض اس پُرکیف منظر سے
گلوں نے ڈالیوں کا فخر سے سر کر دیا اونچا
بقدرِ ظرف دامن بھر گئے شبنم کے گوہر سے
قیامت ڈھا رہی ہے زلفِ سنبل کی پریشانی
نہ سرکے یہ ردا یا رب چمن کے روئے انور سے
وہ عکسِ سرو و دلجو نہر کے شفاف پانی میں
وہ نقشِ پائے قمری کی جھلک شاخِ صنوبر سے

یہ سوسن اور یہ گویائی یہ گلشن اور یہ رعنائی
یہ نرگس اور یہ بینائی بھلا کیوں رند اب ترسے

مرے ساقی! مرے ساقی! نگاہِ لطف کا صدقہ
مزا ہے ابتدا لئے دور ہو جب میرے ساغر سے

وہ مے دیتا ہے جس کے نہ پینے میں ہے محرومی
وہ مے جو چھین لے فتنہ طرازی قلبِ مضطر سے

وہ مے جو باعثِ تسکینِ دل ہے ہر زمانے میں
وہ مے ایک خاص رشتہ ہے جسے تسنیم و کوثر سے

وہ مے جو انبیا کی بزم میں دن رات چلتی ہے
وہ مے جس کی سند پاتے ہیں سب قرآں کے دفتر سے

وہ مے پیتے رہے جس کو اصفیا و اولیا ہر دم
وہ مے جو دور کر دیتی ہے نخوت کی ہوا سر سے

وہ مے جو دل کی خفتہ قوتوں کو یوں جگاتی ہے
کہ صبحِ ارتقا کی ضو جھلک اٹھتی ہے تیور سے

وہ مے جس کے تصدق میں حبیب ابنِ مظاہر کو
رفاقت کا ملا اعزاز اس سبطِ پیمبر سے

کہ جس سبطِ پیمبرؐ نے بچایا دین کا بیڑا
تعلق پھر سے پیدا کر دیا کشتی کا لنگر سے

وہی سبطِ پیمبر عالمِ ہستی میں آیا ہے
برستی ہے مسرت دیکھئے دیوار سے در سے

حسینؑ ابنِ علیؑ تشریف لے آئے زہے قسمت!
قیامت میں شفاعت کا سہارا حکمِ داور سے

وہ آیا جو محافظ ہے جہاں میں دینِ احمدؐ کا
ولادت کی خوشی پوچھے کوئی خاتونِ محشر سے

نواسہ رحمتہ اللعالمین کے گھر ہوا پیدا
خدیجہؑ محسنِ اسلام کی پاکیزہ دختر سے

نہ ہوتا یہ نہ ہوتے پھر نبیؐ بھی صحنِ عالم میں
یہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں سنا اکثر پیمبرؐ سے

خوشی کا سارے گھر میں تذکرہ ہے واہ کیا کہنا!
جھلکتی ہیں مسرت کی ضیائیں روئے حیدرؑ سے

حسنؑ کا قوتِ بازو علیؑ کی آنکھ کا تارا
جسے ہے ایک ربطِ زندگی دینِ پیمبرؐ سے

چڑھایا اپنے کاندھوں پر جسے اکبرؑ محمدؐ نے
جو کھیلا عید کے دن فخریہ زلفِ پیمبرؐ سے

اٹھایا سر نہ سجدے سے نبیؐ نے جسکی خاطر سے
نہیں اترا وہ جبتک خود نبیؐ کی پشتِ اطہر سے

وہ جس کی ذات پر فخرِ رسولاں ناز کرتے ہیں
وہ جس سے ہیں پیمبرؐ اور خود ہے جو پیمبرؐ سے

وہ جس کے واسطے خالق نے بھیجے حُلّۂ جنّت
لباسِ نو بروزِ عید مانگا جب کہ مادر سے

وہ جس کے واسطے ہرنی لئے بچّہ چلی آئی
بچشمِ نم جو مانگا بچّۂ آہو پیمبرؐ سے

غرور و ظلم و استبداد کا سر جس نے کچلا ہے
ملی ہے جس کو قوت فاتحِ صفین و خیبر سے

کیلا ہے دم بخود دنیائے دل کو جس کے اکبر نے
ملا سکتا نہیں کوئی نگاہیں جس کے اصغر سے

اجل ہے شہد سے شیریں کہا تھا جس کے قاسم نے
وفا دنیا نے پائی جس کے عباسؑ دلاور سے

جو پیکر تھا خلوص و عزم و ایثار و تحمل کا
سبق اخلاص کا سب کو ملا جس کے بہتّر سے

مدد اسلام کی کرتا رہا جو زیرِ خنجر بھی
زباں کو جس کی ربطِ خاص تھا اللہ اکبر سے

خدایا! قوم میں حُسنِ عمل کی شان ہو پیدا
یقیں ہے پھر تو ٹل جائے گی ہر آئی بلا سر سے

حسینؑ ابنِ علیؑ کی ذات ہے وہ ذات اے صفدر!
نوازا جس نے گہوارے میں فطرس کو نئے سر سے

سیّد مظفر حسین زیدی ظفر جونپوری

قبضۂ قدرت

کہتی ہے یہ بے چینی انساں کی فطرت کی
ممکن نہیں حد بندی اللہ کی قدرت کی

ہوتا ہے مدارج سے توفیق کا اندازہ
بے کار شکایت ہے ناکامیٔ قسمت کی

موقوف ترقی ہے سب جوہرِ قابل پر
اور فیضِ خداوندی اِک شان ہے رحمت کی
کل عالمِ خلقت پر ہے عام کرم اس کا
ہر شے سے جھلکتی ہے تنویر عدالت کی
وہ سنگ ہو یا سبزہ حیوان ہو یا انساں
ہر ایک ہے ان میں سے تصویر حقیقت کی
ترتیب ہے جلووں کی آئینہ در آئینہ
سرگرم سفر رو ہے انوارِ مشیّت کی
تخلیق کی عظمت پر خود جھوم اٹھا خالق
پھر کیوں نہ سند ملتی انساں کو شرافت کی
یہ عقل یہ گویائی معیار ہے انساں کا
ہوتی ہے شناسائی اس سے ابدیّت کی
لیکن ابدیّت کا ملنا نہیں کچھ آساں
ملتی ہے یہ سر دیکر منزل پہ شہادت کی
معیارِ شہادت کا ہے کون زمانے میں؟
کس کے سرِ اطہر نے نیزے پہ تلاوت کی؟

گردوں پہ شفق بن کر ابھرا ہے لہو کس کا؟
کیا اب بھی ضرورت ہے اظہارِ حقیقت کی؟

وہ شاہِ شہیداں ہے منزل پہ شہادت کی
جس نے کہ بڑھائی ہے عزت بشریت کی

جو تیسری شعبان کو آیا ہے زمانے میں
جو تیسری ہستی ہے دنیائے امامت کی

جو نور کا پیکر ہے جو قدس کا منظر ہے
جو روح کا محور ہے، جو شان ہے عصمت کی

ماحول و تعوّرات میں ہم مرتبۂ شبّرؑ
وہ گھر شۂ مرداںؑ کا، وہ گود سیادت کی

وہ آسیا گردانی! اظہارِ تشکر میں
وہ شان! وہ خودداری! خاتونِ قیامت کی

وہ بیتِ شرف یعنی اسلام کا گہوارہ
چرچے وہ محبت کے! باتیں وہ شریعت کی!

سیرت وہ محمدؐ کی، کردار وہ حیدرؑ کا
وہ بولتی تصویریں معیارِ صداقت کی

پروان چڑھے ایسے حالات میں جو بچہ
پھر کس سے بیاں ہوگی حد اُس کی فضیلت کی
تصویر کے اس رُخ سے انکار کسے ہوگا؟
اور دوسرا رُخ وہ ہے جو شان ہے قدرت کی
وہ عالمِ لاہوتی، وہ نورِ تقدس کا!
فیضان وہ رحمت کا، نظریں وہ مشیت کی!
اے بادشہِ خوباں! تو جان ہے عصمت کی
یا بولتی رعنائی ہے صورت و سیرت کی
تو پشت پہ کھیلا ہے سلطانِ رسالت کی
یا شان بڑھا دی ہے کچھ اور عبادت کی
رکھتے ہیں قدم تیرے کاندھوں پہ محمدؐ کے
کھائے گی قسم اب تو دنیا تری رفعت کی
زلفوں کو پیمبرؐ کی ہاتھوں میں لیا تونے
دکھلائی زمانے کو حد قبضۂ قدرت کی
تو سب سے بڑا دین و ایماں کا محافظ ہے
موجود ہے قرآں میں آیت تری عظمت کی

ایثار و کرم تیرا حُر سے تو کوئی پوچھے
اُس کے تنِ خاکی میں ہے روحِ شرافت کی

سیرت کے ہزاروں ہی پہلو ہوئے تابندہ
اُس دشت میں یوں تو نے ایمان کی حفاظت کی

اسلام کو اکبر کی بھرپور جوانی دی
کیا لاج رکھی تو نے موقع کی نزاکت کی

اصغر ترے ہاتھوں پر کس شان سے آیا تھا
ہے یاد زمانے کو توفیق وہ نصرت کی

عباس ہوں، یا قاسم، یا عون و محمدؑ ہوں
ہے سب میں تڑپ تیرے احساس کی قوّت کی

تو اور ترے ساتھی تاریخ کی زینت ہیں
جلتی ہوئی شمعیں ہیں انسان کی عظمت کی

یوں شام کی راہوں میں ہے تیری جگہ عابدؑ
لپٹی ہوئی قدموں سے منزل ہے جلالت کی

وہ ثانیِ زہراؑ کے خطبوں کی حُدی خوانی
آواز کے پردے پہ رَو ہے تری فطرت کی

اسلام کے لیے ناصر! وہ کام کیا تو نے
ہے خاکِ شفا اب تو مٹی تری تربت کی

ہم ایسا ظفرؔ ہم سے کیا مدح کا ساماں ہے
حقّا! کہ بہر صورت تو شان ہے وحدت کی

عروج بجنوری

نعمتِ غم

حسینؑ آئے ہیں مے لائی گئی ہے حوضِ کوثر سے
بقدرِ ظرف پی لیں پینے والے دل کے ساغر سے

چلا سیلِ حمایت حضرتِ شبیرؑ کے گھر سے
گذرنا چاہتی تھی موجِ خوں اسلام کے سر سے

نہ مجبورِ زماں ٹھہرا نہ محدودِ مکاں ٹھہرا
جو پہنچا کربلا کے ریگ تک دوشِ پیمبرؐ سے

کچھ اس انداز سے دل میں خیالِ شاہِ دیں آیا
کہ جیسے تیرگی کی سرزمیں پہ روشنی برسے

قریبِ شادمانی ہو مبارک! اہلِ عالم کو
ہمیں تو نعمتِ غم مل گئی شبیرؑ کے در سے
لہو دے دے کے کس کس نے حرم کی شمع روشن کی
خدا کے گھر کی رونق ہے رسول اللہؐ کے گھر سے

جنابِ فاطمہؑ کی گود میں گل ہے کہ انجم ہے
فضائیں ہیں معطر سی نظارے ہیں منور سے
عروجِ ابنائے عالم کی روش بھی خوب ہے یعنی
کوئی خارج ہے مرکز سے کوئی سر کلا ہے محور سے

آغا عزت الزماں عزت لکھنوی

شمیمِ مدحت

بسا ہے گھر شمیمِ مدحتِ سبطِ پیمبرؐ سے
خوشی کتنی ہے پوچھے آج کوئی سیٹھ جعفر سے
کرم کی بارشیں پوچھے کوئی فضہؑ سے قنبرؑ سے
ملی کونین کی دولت اسی گھر سے اسی در سے

سخی ہے گھر کا گھر، جب جس نے جو چاہا وہ پایا ہے
حسنؑ سے فاطمہؑ زہرا سے حیدرؑ سے پیمبرؐ سے
مگر یہ تو خوشی کا دن ہے پھر آج اِن سے کیوں مانگیں
یہ دن وہ ہے کہ جو چاہیں گے مل جائیگا قنبرؑ سے

حیاتِ جاوداں ملتی ہے بس آلِ پیمبرؐ سے
یہاں تو خضرؑ بھی ہیں مقتدی کہہ دو سکندر سے
کوئی بڑھ کر مسرت کی حدیث پوچھے پیمبرؐ سے
حسینؑ آئے نبیؐ کی گود میں آغوشِ مادر سے
اذاں خود دے رہے ہیں کان میں بچّے کے پیغمبرؐ
فضا گونجی ہوئی ہے نعرۂ اللہ اکبر سے
نگاہیں میکشوں کی کیوں نہ پھر ٹکرائیں ساغر سے
کہ پھوٹی ہے مسرت کی کرن ساقی ترے گھر سے
کہاں کے خُم کہاں کے جام و مینا آج اے ساقی!
مزہ تو جب ہے کوثر کی گھٹا ہو اور مے برسے
ادب سے یوں لیا سلمان نے بچّے کو بوذر سے
کہ جیسے رحل پہ قرآن رکھیں لا کے منبر سے

نبیؐ نے سر نہ سجدے سے اُٹھایا سب پہ روشن ہے
حسینؑ ابن علیؑ جبتک نہ اترے پشتِ اطہر سے
محبت کو عبادت میں سمونے کا مزہ کیا ہے
یہ نکتہ ہم نے سیکھا ہے حبیبِ ربِ اکبر سے

ہیں کیوں موردِ الزام میں آخر مسلمانو!
یہ کیسا شرک ہے جا کر اسے پوچھو پیمبرؐ سے
غمِ شبیرؑ میں رو دیا کئے، روتے ہیں روئیں گے
لطافت غم کی اہلِ دل کو ملتی ہے مقدر سے
مگر یہ دن ولادت کا یہ موقع ہے مسرّت کا
بجائے اشکِ غم کے آج آنکھوں سے خوشی برسے
پسیجے گی نہ کیوں دنیا کہ دل رکھتی ہے یہ دنیا
غمِ شبیرؑ میں پانی نکل آیا ہے پتھر سے
زمانہ کیا سمجھ سکتا ہے اِن اشکوں کی عظمت کو
یہ آنسو جن کو نسبت ہے غمِ سبطِ پیمبرؐ سے
یہی آنسو مسلسل ہو کے بن جاتے ہیں اک دریا
یہ دریا جا کے مل جاتا ہے سیدھا حوضِ کوثر سے

ادب سے رکھ دیئے اہلِ نظر کے سامنے لا کر

ملے جتنے گہر عزت کو مدحت کے سمندر سے

قائم امروہوی

خُلدِ بریں

حیاتِ جاوداں ایماں نے پائی ذکرِ سرور سے

ملا آبِ بقا انسانیت کو مدحِ حیدرؑ سے

بھلا تشبیہہ کیا خُلدِ بریں کو دیدۂ تر سے

اگر چاہوں تو جنت مول لیلوں ایک گوہر سے

ترے دیدار کے پیاسے کو کیا نسبت ہے کوثر سے

یہ ہے وہ تشنگی بجھتی نہیں جو جام و ساغر سے

اگر ہو جذبِ دل صادق تو راس آتی ہے فرقت بھی

یہ نکتہ پوچھئے جا کر شبِ ہجرت کے بستر سے

علی قدرِ تجسّس جس نے جو چاہا وہی پایا

نصیری کو خدا تک مل گیا اللہ کے گھر سے (رقم)

نہیں اندیشۂ تاریکئِ مرقد مجھے واعظ!

کہ دل پُر نور ہے داغِ غمِ سبطِ پیمبرؐ سے

محبت قتل رہی ہے ظلم کی خونیں ترازو میں
وفائیں آزمائی جا رہی ہیں تیغ و خنجر سے

محبت سسکیاں لینے لگی قلبِ شکستہ میں
جو اصغرؑ آئے تشنہ کی گود میں آغوشِ مادر سے

رواں ہے قافلے سے تا قافلہ دریائے کرم جس کا
قیامت ہے کہ وہ اک بوند پانی کیلئے ترسے

شکستہ آرزوئیں ختم ہے بالی سکینہ پر
کہ جی بھر کے کبھی رونے نہ پائی شمر کے ڈر سے

مقامِ قوتِ بازو نہیں یہ دل کی منزل ہے
پسر کی لاش اٹھانا مختلف ہے بابِ خیبر سے

چلے زینبؑ کے دونوں لاڈلے کس شان سے رن کو
وہ چہرے بھولے بھالے اور وہ قد سرو صنوبر سے

نگینِ خاتمِ نسوانیت صد آفریں تجھ کو!
زمانے بھر کا پردہ رہ گیا تیرے کھلے سر سے

میرا ایمان الناس یہ ہے کہ جن کے فیض سے اب تک
فضائیں گونجتی ہیں نعرۂ اللہ اکبر سے

خدارا! اک نگاہِ لطف قائم پر بھی ہو جائے
پریشاں ہے بہت یہ گردشِ چرخِ ستمگر سے

سید کرار حیدر کرار جونپوری

ناشرِ اسلام

سجائیں کیوں نہ فردِ اعمال کی اشکوں کے گوہر سے
یہ وہ موتی ہیں رشتہ جن کا ہے زہراؑ کی چادر سے
وہ دل کیا جو لہو بن کر نہ بہہ دیدۂ تر سے
وہ سر ہی کیا جسے نسبت نہ ہو شبیرؑ کے در سے
وِلا کے جوش سے کیوں کر چھلک جائے نہ پیمانہ
ہماری چشمِ تر کا ہے تعلق حوضِ کوثر سے
حسینؑ ابنِ علیؑ پیدا ہوئے، جان آگئی دیں میں
صدائے الاماں اٹھنے لگی باطل کے لشکر سے
ملا تھا کعبے سے اک ناشرِ اسلام احمدؐ کو
محافظ مل گیا ہو لو بیت اللہ کے گھر سے

نجاتِ اُمّتِ عاصی کا ضامن بن کے آیا ہے
"ولادت کی خوشی پوچھے کوئی خاتونِ محشر سے

خوشی کا جوش ہے یا کوئی منظر ہے نگاہوں میں
یہ آنسو کیوں ٹپکتا ہے نبیؐ کے دیدۂ تر سے

مبارک ہو یہ ایسا جامعِ اوصاف بچّہ ہے
نبیؐ سے جو ہے اور خود ہی نبیؐ جس نور پیکر سے

ملے ہیں صبر و ضبط و جرأت و اخلاص کے جوہر
حسنؑ سے فاطمہؑ زہرا سے حیدّر سے پیمبرؐ سے

ملی طفلی میں سرداری شبابِ اہلِ جنّت کی
یہ اک بچپن کے وعدے کا صلہ ہے ربِّ اکبر سے

کسے معراج کا پایہ ملا بعد از شبِ اسریٰ
سناں پر دیکھئے یا پوچھئے دوشِ پیمبرؐ سے

بر آیا کربلا میں مقصد اس مردِ مجاہد کا
عبادت دوجہاں کی کم ہے جس کی ضربِ خنجر سے

خموشی تاکئے جب دین ہو زد میں سیلِ باطل کی
حسینؑ آخر اُٹھے پانی جب اونچا ہو گیا سر سے

مسلمانوں کے ہاتھوں مٹ رہا تھا مسلکِ ایماں
حیاتِ نو ملی اسلام کو سبطِ پیمبرؐ سے
عجب سجدہ تھا جس نے آبرو رکھ لی عبادت کی
فضا پھر گونج اُٹھی نعرۂ اللہ اکبر سے
نبیؐ کی آنکھ کے تارے مثالیں کر گئے قائم
خجل مہرِ فلک ہے کربلا کے اِک اِک اختر سے
فلک بتلا تو کُل آب و نمک ہو مہر میں جس کے
اُسی کی آل اِک اِک گھونٹ پانی کے لئے ترسے
جسے پیاسوں کا غم ہو اُسکو کیا غم روزِ محشر کا
لبِ کوثر ملے گا جام اے کرار حیدرؑ سے!

کمال جبلپوری

بزمِ شہدا

زمیں سے آسماں سے ماہ و انجم بحر سے بر سے
"ولادت کی خوشی پوچھے کوئی خاتونِ محشر سے"
خدا کے گھر میں جو پیدا ہوئے ہیں ان کا گھر دیکھو
منور کس قدر ہے آمدِ سبطِ پیمبرؐ سے

حسینؑ ابنِ علیؑ نے کیل وہ ٹھونکی صداقت کی
قیامت تک نہیں ہٹنے کی دنیا اپنے محور سے

شجاعت، عزم و استقلال و ہمت دریہ زہراؑ کے
گلے ملنے کو صف باندھے کھڑے ہیں آلِ حیدرؑ سے

وہ آ پہنچے کہ راہِ حق جنہیں ہموار کرنی ہے
لٹا کے کربلا میں اپنا گھر اپنے کٹے سر سے

حسینؑ ابن علیؑ کی طرح اک پل جی کے بتلائیے
جو کہتے ہیں خدا خود کو جو الجھے ہیں پیمبرؐ سے

ہوئی جنّت کی مٹّی کربلا کی طور کی آتش
بجا کب آبِ کوثر بھی وجودِ آلِ اطہرؑ سے

ہوئے شبّیرؑ جب پیدا کھلا یہ رازہ دنیا پر
خدا کیا کام لینا چاہتا تھا ابنِ حیدرؑ سے

شریکِ بزمِ شہدا کیوں نہ ہوتے ہم کمالؔ آخر
عقیدت ہے ہمیں بارہ سے چودہ سے بہتر۷۲ سے

محب حیدر آبادی

کاملِ الایمانؑ

میں کیا غالی ہوں کہہ دوں شہ کو جو افضل پیمبرؐ سے
ہوا ہے یہ قمر روشن اسی مہرِ منوّر سے

ملے اسلاف کُل عالم سے بہتر شاہِ والا کو
علیؑ سے باپ، ماں زہراؑ سی اور نانا پیمبرؐ سے

ابوطالب سا دادا اور خدیجہؑ سی ملیں نانی
شجر اسلام کا پنپا ہے جن کے زور سے زر سے

نبیؐ نے سرورِ کونین سا نانا نہیں پایا
نہ ان کی ماں ہے زہراؑ سی نہ ان کے باپ حیدرؑ سے

ملے ہیں الغرض کل اقربا سرور کو لاثانی
چچا ہیں جعفرِ طیارؑ سے اور بھائی شبّرؑ سے

ہوئیں کس کو میسر زینبؑ و کلثومؑ سی بہنیں
ہیں کس کے بھائی مُسلمؑ اور عباسؑ دلاور سے

کسی کی بیٹیاں ہیں فاطمہؑ سی یا سکینہ سی
پسر کس کے ہوئے سجّادؑ و اکبر اور اصغر سے

رباب اور اُمِ لیلیٰ سی ملی ہیں بیبیاں کس کو
جنہوں نے ساری پونجی وار دی دینِ خدا پر سے

صحابہ میں نبیؐ کے کامل الایمان ہوئے کتنے
جو تھے عمّار یا مقداد یا سلمان و بوذر سے

کمائی عمر بھر کی تھے یہی گنتی کے کچھ مؤمن
رہے جو دین پر قائم بچے دنیا کے چکّر سے

علیؑ کے بھی صحابہ نے دیا صفین میں دھوکا
وہاں دو چار ہی نکلے تھے مالک ابنِ اُشتر سے

قسم ہے حضرتِ شبّیرؑ کے انصار بڑھ نکلے
علیؑ کے دوستوں سے اور اصحابِ پیمبرؐ سے

انہیں گھر بار سے مطلب نہ پروا کھانے پینے کی
نہ فکرِ جاہ و منصب تھی نہ رشتہ مال اور زر سے

شہؑ والا نے اپنی روح اِن کے تن میں بھر دی تھی
بہتّر تن دکھائی دے رہے تھے ایک پیکر سے

فقط ایک دوپہر ہی کی کمائی دیکھ لی شہؑ کی
مرے شبّیرؑ نے انساں بنائے ہیں بہتّر سے

ہوئی تخلیق گوشتِ شبیرؑ کی نورِ پیمبرؐ سے
بقائے نامِ پیمبرؐ کو ملی ہے خونِ سرورؑ سے

ہزاروں نامور دنیا میں گذرے اور گذریں گے
ہوا اونچا نہ کوئی راکبِ دوشِ پیمبرؐ سے

فرات آئی نظر جب حضرتِ صادقؑ نے فرمایا
تو جاری ہو مرا جب بوند پانی کے لئے ترسے

ہٹا دریا وہ کوسوں دور اپنا راستہ بدلا
ڈرا اتنا وہ ابنِ ساقیٔ کوثر کے تیور سے

جو پیاسا تین دن تک بوند پانی کے لئے ترسے
وہی ابرِ ہدایت بن کے عالم کے لئے برسے

نبیؐ نے اپنی ساری روشنی اس چاند میں بھر دی
جہاں میں نو قمر چمکے پھر اس بدرِ منور سے

شفا ہے ہر مرض کے واسطے خاکِ لحد ان کی
وہ روشن دل بنے مس ہو جو اس قبرِ مطہر سے

گدا بن کر شہنشاہوں نے ان سے بھیک پائی ہے
کوئی مایوس لوٹا ہی نہیں شبیرؑ کے در سے

محب کہہ کر شہ گلگوں قبا گر سرخ رو کر دیں
بلا پرسش ہیں گذرو قبر سے برزخ سے محشر سے

مظہر الحق فاروقی مظہر

کشتیٔ اسلام

خدا سے اور محمدؐ سے علیؑ سے سبطِ اکبر سے
"ولادت کی خوشی پوچھے کوئی خاتونِؑ محشر سے"
مبارک ہو سلامت ہو کے نغمے عرش پہ گونجے
کِیا آمد پہ سایہ آپ کی جبریلؑ نے پر سے
حسینؑ ابن علیؑ آئے زمانہ ہو گیا روشن
کٹی ہر تیرگی خود آمدِ سبطِ پیمبرؐ سے
ہے کس میں تاب جو ان کے رُخِ پُر نور کو دیکھے
کوئی آنکھیں ملا سکتا ہے کیا مہرِ منور سے
بھنور سے کشتیِ اسلام جو ساحل پہ لائے گا
وہ فرزندِ جری زہراؑ نے پایا ہے مقدر سے
خدا کے سامنے سجدے میں تھے گردن پہ تھا خنجر
رہِ حق یوں حسینؑ ابنِ علیؑ طے کر گئے سر سے

قلم کر کے جو خوش ہیں سر شہیدوں کا نہیں یہ بھی
گلا ان کی امامت کا نہیں اترے گا خنجر سے

گرے اکبرؑ جو برچھی کھا کے زینبؑ اس طرح تڑپیں
کلیجہ کاٹ ڈالا ہو کسی نے جیسے خنجر سے

جو آنسو یاد میں ان کی مری آنکھوں میں سوکھے ہیں
وہ موتی بن کے نکلیں گے قیامت تک سمندر سے

گرے جو سرخ قطرے سبز گنبد میں صدا گونجی
شہادت کی خبر تحریر ہے خونِ کبوتر سے

عقیدت کے ہزاروں پھول مظہر لے کر آئے ہیں
اڑی خوشبو صدا دیتی ہوئی یہ مشک و عنبر سے

منظور مہدی منظور رائے پوری

آئینِ شریعت

اک شان ہے پردے میں اظہارِ مشیت کی
اک آن ہے کثرت میں یکرنگیِ وحدت کی

ہستی کو عدم لازم، ملزوم عدم ہستی
یہ صورتِ ظاہر ہے، وہ شکل ہے غیبت کی

پردے میں تجلّی ہے اور نور دو عالم میں
وہ عالمِ خلوت ہے، یہ بزم ہے جلوت کی

اس محفلِ جلوت میں انوار کا سرمایہ
اک نورِ محمدؐ ہے جو وجہ ہے خلقت کی

ہر علم ہیں کامل ہے ہر راز کا حامل ہے
اِس نور میں پوشیدہ دنیا ہے ہدایت کی

اک روحِ ہدایت کے دو قالبِ موزوں ہیں
اِک ذات رسالت کی، اِک ذات امامت کی

انوارِ آئمہ سب اجزائے رسالت ہیں
جو شکل محمدؐ کی وہ شان امامت کی

یہ جزو ہوں یا کُل ہوں کُل عینِ محمدؐ ہیں
کُلّیت و جزویّت، تاویل ہے امّت کی

یہ راز کھلا جا کر مابعد محمدؐ کے
حیدرؑ کی امامت نے تبلیغِ رسالت کی

گہ تخت نشیں ہو کر گہ خانہ نشیں ہو کر
حیدر کی طرح یکسر شبّرؑ نے ہدایت کی

سرکوبیٔ باطل کو پھر عہدِ حسینؑ آیا
پھر سطوتِ حیدرؑ نے دی دادِ شجاعت کی

ہاں ذکرِ حسینؑ آیا منظور وہ لکھ مطلع
صلواۃ پڑھے سن کر خود روحِ رسالت کی

شبیرؑ ہوئے پیدا قسمت سے رسالت کی
معصوم نظر آیا آغوش میں عصمت کی

مولود ہے یہ طاہر احمدؐ نے کیا ظاہر
تطہیر کی آیت نے تصدیقِ طہارت کی

تبلیغِ رسالت کا ہموار ہوا رستہ
پھیلی جو ضیا ہر سو اس مہرِ امامت کی

پھر حق کی اشاعت کو اک پیکرِ حق آیا
دنیا میں حسینیت ہے شرحِ رسالت کی

احمدؐ کی قرابت کا مرکز ہے یہی بچہ
شبیرؑ کی الفت ہے تفسیر مودّت کی

جب دینِ خدا ان سے قائم ہو زمانے میں
شبیرؑ نہ کیوں ٹھہریں معراج رسالت کی

شبیرؑ نے دنیا کو یہ راز بتایا ہے
ذلت کے تو جینے سے موت اچھی ہے عزت کی

دلبندِ نبیؐ تو ہے عنوانِ ظفر بدلا
جو جیتے وہ ہارے ہیں کیا بات سیاست کی

قرآن سراپا ہے شبیرؑ تری ہستی
ہر ایک عمل تیرا تفسیر ہے آیت کی

فتحِ شہِؑ والا کی یہ حجتِ محکم ہے
طالب نہ ہوئی دنیا پھر آل سے بیعت کی

کہتا ہے یہ مکہ بھی قائل ہے مدینہ بھی
ہے ماریہ کے بن ہیں بنیاد شریعت کی

گہ خُلقِ نبیؐ بن کر گہ تیغِ علیؑ بن کر
شبیرؑ نے ہر رخ سے اسلام کی نصرت کی

تکبیر کہی تو نے جب تیغ کے سائے میں
تجدید ہوئی پھر سے آئینِ شریعت کی

مظلومی و غربت کی اک دھوم ہے عالم میں
بیگانے بھی روتے ہیں کچھ حد ہے عقیدت کی

مولا! ترے روضے پہ مدّاح گئے اکثر
منظور کے دل میں بھی حسرت ہے زیارت کی

حسین نظرؔ

ذکرِ حق

نگاہیں ہوگئیں خیرہ جمالِ روئے اصغرؑ سے
زمانہ کیا ملا پائیگا نظر سبطِ پیمبرؐ سے

وفا کا نام پھر لینا کفن تو باندھ لو سر سے
وفا کہتے ہیں کس کو؟ پوچھ عباسؑ دلاور سے

ہوئی کیا مَس یہ پیشانی مِری مولا ترے در سے
مجھے ہونے لگا ہے رشک خود اپنے مقدر سے

اذانِ اکبرؑ سے شہؑ نے کربلا میں ایسی دلوائی
زمانہ گونجتا ہے آج تک اللہ اکبر سے

مئے حُبِ علیؑ پی لو ذرا سی شیخ جی! تم بھی
یقیں جانو! نکل جاؤ گے گُمراہی کے چکر سے

محمدؐ ساتھ میں ہیں اور پھر بھی ہائے واویلا!
تقابل پھر بھی دنیا کر رہی ہے غار و بستر سے

علیؑ کی ابتدائی قوتیں گر جاننا چاہو
تو دیکھو کلۂ اژدر کو، پوچھو بابِ خیبر سے

سخاوت اور عنایت آپ کے گھر کی کنیزیں ہیں
بھلا لوٹا ہے کوئی ہاتھ خالی آپ کے در سے؟

تشدد سے، جفا سے، جور و استبداد سے کہہ دو
گلے کٹ جائیں، ذکرِ حق کہیں رکتا ہے خنجر سے؟

حسینؑ ابن علیؑ کا خون بہا تھا یا کہ زہراؑ کا؟
لہو بنتا ہے نادانو! ہمیشہ شیرِ مادر سے

نظرؔ مداحِ اہلِ بیت ہوں کچھ شک نہیں اس میں
پیئوں گا پورے چودہ جام بھر کر حوضِ کوثر سے

نشاط جعفری

اُوجِ شہادت

آتی ہے ہواؤں میں خوشبو گلِ جنّت کی
جی بھر کے پلا ساقی ہے رات طبیعت کی

شبّیرؑ کی مدحت میں وہ لطف مجھے آیا
گویا درِ کعبہ پر قرآں کی تلاوت کی

خیبر سے علیؑ زیادہ ہیں شاد شبِ ہجرت
وہ روز تھا محنت کا یہ رات ہے راحت کی

اُس سے بھی بھلا بڑھ کے ظالم ہے کوئی جس نے
کانٹوں کی محبّت میں پھولوں سے عداوت کی

دیکھو غمِ سرور میں کوثر کو بہاتا ہوں
اب مجھ کو ضرورت کیا جنّت کی بشارت کی

میں شاہ کے قدموں پہ مرنے کا مزہ لیتا
حائل نہ اگر ہوتی گردش مری قسمت کی

بہتے ہیں اُسی دن سے آنسو غمِ سرور میں
جس دن سے ہے خالق نے یہ آنکھ ودیعت کی

ظالم تو نہ جیتے جی اپنوں پہ ہوا حاکم
مظلوم نے مر کے بھی غیروں پہ حکومت کی

بیٹے کے کلیجے سے برچھی کو نکالے گا
یہ اوجِ شہادت ہے منزل نہیں خلقت کی

یہ زندگی میں پہلا موقع ہے نشاط اپنا
اک اور ہی بجا شاہیں شبیرؑ کی مدحت کی

نظر جعفری

عرشِ بریں

ہمیں کیا ڈر قیامت کا ہمیں کیا خوف محشر سے
کہ جنت کی سند ہم لے چکے ہیں ابن حیدرؑ سے

غمِ دوراں سے کہہ دیتا ذرا بچ کر گذر جائے
کہ وابستہ غمِ شبیرؑ ہے میرے مقدر سے

اسی گھر کو کیا تاراج دنیا نے تعجب ہے
سلیقے زیست کے بخشے گئے دنیا کو جس گھر سے

غمِ شبیرؑ کچھ اس طرح چھایا ہے دل و جاں پر
خوشی میں بھی نکل آتے ہیں آنسو دیدۂ تر سے

زمینِ کربلا عرشِ بریں معلوم ہوتی ہے
کہ ہے اس سرزمیں کو نسبتِ خاص ابنِ حیدرؑ سے

نمازِ اہلِ حق ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں
وضو کرتے ہیں اربابِ شجاعت آبِ خنجر سے

حق آگاہوں سے ہے باطل کی یلغاروں پہ یلغاریں
سپاہِ شام و کوفہ آئی ہے لڑنے بہتّر سے

فروغِ سجدہ کی لو چرخِ فلک تک چھوٹ پڑتی ہے
طلوعِ اک فرقِ نورانی ہوا محرابِ خنجر سے

وہ گھر کیا ہے نظر بس اس گھر کی بابت کیا کہا جائے
مرے رونے سے ہنسنے کی صدا آتی ہے جس گھر سے

سید انصار حسین نفیس فتحپوری

زادِ آخرت

مزین ہو گیا جب صفحۂ دل حُبِّ حیدرؑ سے
قلم زد نام میرا ہو گیا عصیاں کے دفتر سے

سلامی جب سخن معمور ہو مدحِ پیمبرؐ سے
تو بڑھ جاتی ہے اس کی قدر و قیمت لعل و گوہر سے

تعلق اپنے دل کا بھی ہے یوں سبطِ پیمبرؐ سے
کہ جیسے ربط ہر تارے کا ہو ماہِ منوّر سے

توقع کیا رکھیں گے وہ شفیعِ روزِ محشر سے
نہیں جن کو محبت حیدرؑ و اولادِ حیدرؑ سے

ذرا جا کر تو پوچھو زورِ بازوئے یداللّٰہی
اُحد سے بدر سے، صفین سے خندق سے خیبر سے

لرز کر رہ گیا سب ظلم و استبدادِ سلطانی
پڑا جب معرکہ کرب و بلا میں ابنِ حیدرؑ سے

نہ دامن گیر ہوتا گر خیالِ وعدۂ طفلی
تو سر کر ڈالتے شبیرؑ دنیا کو بہتر سے

ابھی روشن ہوا جاتا ہے مستقبل ترا اے حُرؑ!
ذرا دیکھیں تو شہؑ تجھ کو نگاہِ بندہ پرور سے

اُبلتے ہیں جو آنکھوں سے غمِ شبیرؑ میں اکثر
یہی چشمے تو جا ملتے ہیں سیدھے حوضِ کوثر سے

زمانے سے نہ بھولی جائے گی اے شامیو ہرگز
لکھی وہ داستانِ ظلم تم نے خونِ اصغرؑ سے

پھوپی نے، ماں نے، بہنوں نے کیا اکبرؑ کو یوں رخصت
جنازہ جس طرح رخصت کیا جائے بھرے گھر سے

ردائیں زینبؑ و کلثومؑ کی واپس دلا دیتا
نکلتا ایک تو ایسا مسلمانوں کے لشکر سے

کہاں وہ تیر سہ پہلو کہاں وہ گردنِ نازک
یہ کیسی دشمنی اے حرملہ تھی تجھ کو اصغرؑ سے

دُرِ اشکِ عزا ہیں بے بہا، رو لو نفیسؔ ان کو!
یہ زادِ آخرت انسان کو ملتا ہے مقدر سے

وصی فیض آبادی

مُہرِ شریعت

بھیگی ہوئی پلکیں ہیں، خوشیاں ہیں ولادت کی
اشکوں کے کرشمے میں، صورت میں مسرت کی

لہرائی ہے دنیا میں طغیانیٔ رحمت کی
کشتی نظر آتی ہے، ساحل پہ شفاعت کی

اک نور کا پیکر ہے، آنکھیں ہیں رسالت کی
یا چاند اُتر آیا ہے آغوش میں عصمت کی

جو پاک نجاست سے، نظروں میں ہو قدرت کی
کیا اس کو ضرورت ہے دنیا میں طہارت کی

آغوشِ مشیت سے، آغوش ہے عصمت کی
آغوش سے عصمت کی، ہے گود رسالت کی

گودی میں نواسہ ہے، باتیں ہیں محبت کی
لہجہ ہے نبوت کا، لفظیں ہیں مشیت کی

منہ چوم کے بچے کا محبوبِ خدا روئے
رکھی گئی اشکوں پر، بنیاد محبت کی

بس پیار سے بچّے کو، دیکھا کئے پیغمبرؐ
کیا مدح و ثنا کرتے، آپ اپنی ہی صورت کی
ہونٹوں پہ تبسّم بھی، اور آنکھ میں آنسو بھی
ہے ایک ہی رو جیسے، غم اور مسرّت کی
شبّیرؑ کی خاطر ہے، اور طول ہے سجدے کو
احمدؐ سے معاذ اللہ، امید ہو بدعت کی
سجدے کا پیمبرؐ کے انداز بتاتا ہے
ملتی ہے عبادت سے، حد ان کی محبّت کی
حسنینؑ ہیں زہراؑ ہیں، حیدرؑ ہیں پیمبرؐ ہیں
تطہیر کا گلدستہ، تفسیر ہے آیت کی
بند آنکھ ہوئی جونہی، سرکارِ رسالت کی
ہلنے لگیں بنیادیں، ارکانِ شریعت کی
کردارِ یزیدی نے کچھ اور قیامت کی
افسانہ بنا مذہب نظروں میں حکومت کی
بڑھتی ہوئی موجیں تھیں، سیلابِ ضلالت کی
چڑھتی ہوئی ندی تھی، بدعت کی شقاوت کی

احمدؐ کا نواسہ تھا اور گوشۂ تنہائی
خواہش تھی نہ دولت کی، لالچ نہ حکومت کی

بس! دین کی باتیں تھیں، ایمان کے چرچے تھے
تعلیم تھی دنیا کو اخلاق و مروت کی

کیوں پھر بھی مگر دل میں کانٹا سا کھٹکتا تھا؟
کیوں فکر تھی شاہی کو شبیرؑ سے بیعت کی

مقصد تھا فقط اتنا، پروردۂ باطل کا
افعال پہ بے دیں کے ہو مُہر شریعت کی

سائے میں ہو عصمت کے، ترویج نجاست کی
اسلام کا پردہ ہو، تشہیر ہو بدعت کی

اسلامِ حقیقی کی تکذیب کو لازم ہے
افعالِ قبیحہ پر تصدیق امامت کی

نظروں میں ابھی تک ہے، کردارِ محمدؐ کا
چونکے نہ کہیں دنیا، تقلید میں بدعت کی

لختِ دلِ حیدرؑ کی، لازم ہے زباں بندی
بس! ایک ہی مقصد، بنیاد تھا بیعت کی

رخ آلِ پیمبؐ سے، پھر جائے زمانے کا
لالچ تھا حکومت کا، تقسیم تھی دولت کی
شبّیرؑ سے بدعت کی، توثیق! معاذ اللہ!
اسلام کا یہ دل تھے، یہ جان تھے شریعت کی
یہ دین کے رہبر تھے، ایماں کے محافظ تھے
پیکر میں امامت کے، تھی روحِ رسالت کی
اب بھی جو یہ چپ رہتے، اسلام نہ رہ جاتا
باقی نہ تھی گنجائش، اب کوئی رعایت کی
کیا وقفِ خزاں کرتے، اسلام کے گلشن کو
کیا دیکھتے پامالی، نانا کی ریاضت کی
پیغام کو نانا کے، اک جامِ بقا دے کر
شبّیرؑ کو کرنا تھی، تکمیل رسالت کی
باطل نہ اگر کرتے، باطل کے ارادوں کو
کیا جانے کہاں ہوتی تنویر صداقت کی
اے وارثِ پیغمبرؐ، جو حق تھا حفاظت کا
پیغامِ رسالت کی، اس حق سے حفاظت کی

وہ کر کے رہے آخر، جو ٹھان لیا دل میں
اک وار کیا بڑھ کر، شہ رگ پہ ضلالت کی
اسلام میں جاں آئی، ایماں نے ضیا پائی
گونج اٹھی زمانے میں آواز صداقت کی
طوفان ضلالت کا، بڑھتا چلا آتا تھا
دنیا کو ضرورت تھی، اُس شمعِ ہدایت کی
وہ شمع کہ جو لَو سے، رخ موڑ دے طوفاں کا
لہرا کے فنا کر دے، آندھی کو جو بدعت کی
وہ شمع، ضیا جس کی، تا حشر رہے قائم
جو نورِ ابد بخشے، راہوں کو ہدایت کی
وہ شمع جو گل کر دے، باطل کے چراغوں کو
وہ شمع جو پھیلا دے کرنوں کو حقیقت کی
وہ شمع جو مشکل میں اسلام کے کام آئے
جو حسنِ عمل بخشے، منزل کو شہادت کی
اے شمعِ خدا تو نے اے نیّرِ دیں تو نے
دنیا کو ضیا بخشی، کرنوں سے ہدایت کی

کٹتا ہے گلا تیرا، خالق کی گواہی میں
مقتل ہے محبت کا، منزل ہے شہادت کی
شبّیرؑ ترے خنجر، اللہ رے ترا سجدہ
تصویر زمانے کو، دے دی ہے عبادت کی
ہے لفظِ یزید آخر دشنام زمانے میں
اور نام یہ ہے تیرے تکمیل عبادت کی
باطل کو کیا باطل آئینۂ حق ٹھہرے
ٹھکرا کے حکومت کو، ہر دل پہ حکومت کی
سجدہ ہو وصیؔ ان کے در پہ یہ تمنّا ہے
کب دیکھئے ہوتی ہے توفیق زیارت کی

نوٹ:۔ اس گلدستے میں کچھ شعرأ حضرات کے کلام باوجود ہماری مسلسل کوششوں کے عدم وصولی کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے بدیں وجہ ہمیں افسوس ہے کہ فہرست کی عدم دستیابی کے باعث ہم کچھ شعرأ حضرات کو مطلع بھی نہ کر سکے جس کے لئے سراپا معذرتخواہ ہیں تاہم بعد از وقت وصول شدہ گلہائے عقیدت کو آخر میں جگہ دیدی گئی ہے:۔

صفدرؔ

مرغوبِ جشنیت

بہار آئی ہے گلشن میں لئے نکہت گلِ تر کی
خدارا کھلے ہوئی ہے دیدنی تصویر منظر کی
بڑھائی آبرو گلزار کی ہر ایک غنچے نے
بقدرِ ظرف سب کو مل گئی توفیق داور کی
چٹکتی ہے کلی ہنستے ہیں گل فرطِ مسرت سے
نظر افروز صورت ہے چمن میں ہر گلِ تر کی
لبِ جو مست ہو کر بال بکھرائے جو سنبل نے
کھنچی پانی کے اوپر شکل گیسوئے معنبر کی
کہیں نرگس کی خود بینی نمونہ حسنِ فطرت کا
کہیں لالہ کی رنگیں نمائش صنعِ داور کی
کہیں تختہ گلوں کا دیدۂ بیدار کی جنت
کہیں غنچوں کا صدقہ آبروِ شبنم کے گوہر کی
کہیں پر جھومنا شاخوں کا مستی میں لبِ ساحل
کہیں پتّوں کا نازِ کافرانہ شان منظر کی

کہیں ہے وجد کا اک خاص عالم ہر و پر طاری
کہیں شمشاد پر قمری تننا کرتی ہے دلور کی

کہیں نغمہ سرا بلبل کہیں حق سرہ کا غُل
کہیں پر نعرۂ قلقل کہیں جھنکار ساغر کی

صدا جھنکار کی سن کر مئے رنگین کی یاد آئی
تصور نے وہیں تصویر کھینچی جام احمر کی

پلا اس دم مجھے وہ مے جو مرغوب مشیت ہے
لگی ہے مہر جس پر ساقیا! محبوب داور کی

وہ مے جو پاک و پاکیزہ وہ مے جو طیب و طاہر
نبی اللہ کے گھر کی چھنی زہرا کی چادر کی

وہ مے دے ساقیا! جس کا نشہ خضر طریقت ہے
وہ مے جو خاص رحمت ہے جہاں پر رب اکبر کی

وہ مے چھانی گئی جو مستقل نوری حجابوں میں
شریک کیف جو رہتی رہی ہر اک پیمبر کی

وہ مے دے جلوہ گر جو ساغر ایمان میں رہتی ہے
ہوئی ہے پرورش جس سے سدا سلمان و بوذر کی

وہی مے دے جسے پی کر لکھوں وہ مطلعِ رنگیں
خجل ہو جس سے شوخی مطلعِ خورشیدِ خاور کی
ہے آمد دہر میں لختِ دلِ ساقیِ کوثر کی
بڑھے گی اس کے دم سے آبرو مینا و ساغر کی
وہ آیا ہے جو ہے فضلِ خدا سے بزمِ ہستی میں
تمنّا سیّدہ کی آرزو قلبِ پیمبرؐ کی
انہیں کے دم سے باقی ہے جہاں میں کلمۂ وحدت
انہیں نے رکھ لی عزّت دہر میں دینِ پیمبرؐ کی
انہیں کی ذات سے ہے ملّتِ بیضا کی تابانی
انہیں کے در سے ملتی ہے سند عرفانِ داور کی
یہ جب چاہیں وہیں پر روک دیں ایّام کی گردش
حکومت دی ہے خالق نے انہیں ہر خشک اور تر کی
نظامِ عالمِ فطرت اگر چاہیں بدل دیں
صدا ناقوس سے آنے لگے اللہ اکبر کی
پہنچ جائے انہیں کے واسطے ہر فن نئے بچہ
یہ عظمت ہے نگاہِ حق میں ان کے دیدۂ تر کی

سواری کے لئے اِن کے بنے ناقہ رسولِ حق
اِنہیں کے واسطے قدرت نے کی تنصیفِ گوہر کی

رہیں جب تک خوشی سے یہ نبیؐ کی پشتِ اطہر پہ
اُٹھائیں سر نہ سجدے سے نبیؐ مرضی ہے داور کی

انہیں کے غیظ کا پرتو ہے شعلہ نارِ دوزخ کا
اِنہیں کا لطف شادابی ہے جنّت کے گلِ تر کی

بقولِ مصطفٰے سردارِ شبابِ جناں یہ ہیں
رضا سے ان کے ملتی ہے سند مرضیِ داور کی

شریعت کے یہ حامی ہیں حقیقت سے یہ واقف ہیں
طریقت کے یہ ہادی ہیں یہی حجت ہیں داور کی

کئے فطرس کو بال و پر عطا اللہ نے قدرت
خلائق میں یہی ہیں وجہ تسکیں قلبِ مضطر کی

فضائل لاتعد ان کے ہیں دنیائے فضیلت میں
کرے توصیف ان کی یہ کہاں طاقت تنا گر کی

دعا کا وقت ہے ان کے وسیلے دعا مانگو!
یقیناً پوری ہوگی ہر تمنا قلبِ مضطر کی

زمانے میں ہر اک ہو سیرتِ شبیرؑ کا پیرو
دعا ہے خالق اکبر سے یہ ہر وقت صفدر کی
ولادت کی یہ محفل دیکھ کر دل خوش ہوا میرا
رہے باقی الٰہی سعیِ ایمانی یہ جعفر کی

ہمدم

اللہ اکبر

زیارت کی ہے جب سے ہم نے اِس ماہِ منوّر کی
کلی کھلنے لگی فرطِ طرب سے قلبِ مضطر کی
کشش الفت کی رفتہ رفتہ آئی ماہِ انور میں
محبت جب ہوئی کامل اٹھیں موجیں سمندر کی
محبت ہو گئی داخل ہر اک ذرّے کی فطرت میں
درخشاں کرتی ہے اس کو کرن خورشید خاور کی
اسی الفت سے کُل کا بھی پتہ چلتا ہے اے ناقل!
یہ ذرّے ہیں بیاباں کے یہ بوندیں ہیں سمندر کی
بچایا دین کی کشتی کو طوفانِ حوادث سے
"محبت جنہ و ایماں ہو گئی سبطِ پیمبر کی"
یہاں میں تیسرا اب دور آیا ہے امامت کا
ہوئی ہے چاہ پھر رندوں کو اب کوثر کے ساغر کی
رہا وہ نور بھی قائم عجب صورت تھی قرآں کی
امامت نسل میں آئی زبانِ جو بھی پیمبر کی
چھپائے چھپ نہیں سکتا جہاں والوں یہ روشن ہے
اسی بچے نے سر دے کر شہادت کی مہم سر کی
حق و باطل کے جھگڑے میں نہ بھولے گی کبھی دنیا
وفا کیشی، جواں مردی وہ سرگرمی بہتر کی

علیؑ کا شیر جب آیا الٹ کر آستیں رن میں
چھٹے بادل، ہٹیں موجیں، ہلے طبقے، زمیں سر کی

گئے تھے باپ کے ہاتھوں پہ ہنستے کھیلتے رن میں
گلے پر تیر بھی کھایا بڑی ہمت تھی اصغر کی

زمین صد رشکِ جنت بن گئی خاکِ شفا مٹی
قدم نے آپ کے مولا! یہ گلکاری زمیں پر کی

یہ بچہ پشتِ پیغمبرؐ پہ تھا جب تک نمازِ حق
نہ اٹھی سجدۂ رب سے جبیں محبوبِ داور کی

زمانے نے کسی کو بھی سخی ایسا نہ دیکھا تھا
لٹا دی ایک ہی دن میں کمائی زندگی بھر کی

ہزاروں آفتیں آئیں رہے ثابت قدم لیکن
زمانے کو ضرورت ہے ایسے ہی رہبر کی

اگر ہمدم! حسینؑ ابنِ علیؑ دیتے نہ قربانی
صدا آتی نہ کانوں میں کبھی اللہ اکبر کی

عزم

تقدیرِ رسالت

تشریح کروں کیونکر اس تلخ حقیقت کی
اسلام سے مسلم نے جی بھر کے بغاوت کی

سانسیں بھی نہ اکھڑی تھیں سرکارِ ہدایت کی
چلنے لگی پھر نبضیں ابلیسِ لعیں ضلالت کی

جھٹلائے گا کیا کوئی تاریخ نے دیکھا ہے
جس طرح مسلمانوں نے تذلیلِ شریعت کی

یک لخت بھلا بیٹھے احمدؐ کی وصیت کو
قرآں سے بغاوت کی عترت سے عداوت کی

ٹھکرا دیا مسلم نے فرمانِ مودّت کا
خالق کی امانت میں بندوں نے خیانت کی

اسلامی اصولوں پہ یوں پھیر دیا پانی
تحریک تھی وہ جیسے اک وقتِ ضرورت کی

تصویر مٹا ڈالی اسلامی اخوت کی
اصحاب پرستاری کرنے لگے دولت کی

جس دین کا مقصد بس کردار بنانا تھا
وہ بن گیا اک سیڑھی اورنگِ حکومت کی
کب ہے کوئی سوچے طاعت کی عبادت کی
مسلم کو لگی ہے دھن بس مالِ غنیمت کی!
لو! علم کا، حکمت کا، شیرازہ بکھرتا ہے
لو! یاد ہوئی تازہ اَدوارِ جہالت کی
اخلاق سنورنے کی کیوں فکر ہو مسلم کو؟
کرتا ہے وہ تعمیریں ایوانِ امارت کی!
تقوے کا تخیل بھی آتا نہیں ذہنوں میں
توقیر بڑھی جاتی ہے مکر و خیانت کی
اللہ رے تاثیریں اُس طرزِ سیاست کی
صدیاں نہ بدل پائیں افتادِ طبیعت کی
افعال سے ظاہر ہے اقوال بھی شاہد ہیں
ہر آئینۂ دل پر ہے گردِ کدورت کی
اب مدرسۂ دیں میں تعلیم لگی ہونے
ظالم سے محبت کی مظلوم سے نفرت کی

مظلوم تو بہتیرے ہیں عالمِ ہستی میں
شبیرؑ کی اک ہستی ہے زدمیں خیانت کی

شبیرؑ وہی جو ہے فرزند پیمبرؐ کا
گردن ہے دبی جس کے احسان سے ملّت کی

جس نے تنِ مردہ میں اسلام کے جاں بھردی
اک زیست نئی جس نے ملّت کو عنایت کی

شبیرؑ تری ہستی شہ رگ ہے رسالت کی
تو روح ہے وحدت کی تو نبض ہے قدرت کی

تو مغزِ نبوت کا تو فکر امامت کی
تو دل ہے طہارت کا تو جان ہے عصمت کی

اے شانِ ربوبیت اے اوجِ عبودیت!
تو ذہن ہے قدرت کا تو عقل ہے فطرت کی

جب نقش ترا کھینچا، وجد آگیا جھوم اُٹھی
لینے لگی انگڑائی رو خامۂ قدرت کی

رکھی تری بات اک دن ناقہ نے پیغمبرؐ
اب آبرو رکھی ہے تو نے ہی رسالت کی

جنت کی غذا بھیجی خالق نے تو پھر تو نے
بے آب و غذا رہ کر وحدت کی حفاظت کی

سجدہ کیا طولانی مطلب یہ نبیؐ کا تھا
مبنی تری الفت پر تکمیل ہے طاعت کی

سر کٹ گیا لیکن تو فرض اپنا سمجھتا تھا
نیزے کی سناں پر بھی قرآں کی تلاوت کی

یہ کیا؟ کہ شہادت سے شبیرؑ کی عزت ہے
شبیرؑ ہی کے دم سے عزت ہے شہادت کی

آمد ہے زمانے میں اس فخرِ مشیت کی
اک دن جو بنائے گا تقدیر رسالت کی

سر کٹتا تھا سجدے میں حیرت تھی ملائک کو
ہے کتنی بلند آخر منزل بشریت کی

قدرت سے کوئی پوچھے قدرت ہی بتائے گی
شبیرؑ ہی کا حصہ تھا یا حد تھی شجاعت کی

خط بیچ میں اک کھینچا اعدا کو یہ بتلایا
یہ موت ہے عزت کی وہ زیست ہے ذلت کی

جو خاک تیمّم کی تھی روئے منور پہ
وہ خاک اب افشاں ہے پیشانیِ وحدت کی

تا حشر نہ بکھریں گی سلجھائی ہیں یوں زلفیں
لیلائے شریعت کی سلمائے صداقت کی

گو وقت عمل کرنے کا کم تھا مگر پھر بھی
چھوڑی نہیں گنجائش ایثار میں وسعت کی

ہنگام عمل ہر دم تھے تیری رفاقت میں
جذبے بشریت کے اور عقل امامت کی

ہر نقشِ قدم تیرا تصویریں دکھاتا تھا
میزانِ عدالت کی معیارِ صداقت کی

عباسؑ اور اکبرؑ سے دم خم تھے لشکر کا
وہ رعب امامت کا یہ شان رسالت کی

یہ پہلے پہل تو نے دنیا کو بتایا ہے
حق پہ اگر ہو قلت پروا نہیں کثرت کی

اولادِ اُمیّہ کو تا حشر نہ بھولے گی
باطل کے ارادوں پر چوٹیں وہ سیاست کی

انساں کے تخیل کی پرواز سے باہر ہے
شبیرؑ نے جو قائم اک حد کی شجاعت کی

چیلنج ہے دنیا کو تمثیل کوئی لائے
اُس حُسنِ سیاست کی اس شانِ شجاعت کی

اصحابِ نبیؐ سمجھے میداں میں نبیؐ آئے
عاشور کو جب پہنی پوشاک رسالتؐ کی

پھر لہجۂ حیدرؑ میں جب پڑھنے لگے خطبہ
کھنچنے لگیں تصویریں معراجِ بلاغت کی

دل ہو تو ذرا اس لیں سینے سے لگائے ہے
آغوشِ ہوا اب تک لہریں وہ فصاحت کی

فردوسِ بصارت تھی جنت میں سماعت کی
پوشاک رسالت کی آواز امامت کی

تقریر کے فقروں کی اللہ ری تاثیریں!
تنظیم تڑپ اٹھی ہر شعبۂ فطرت کی

دریا کی روانی بھی تھم تھم کے لگی سننے
ہر ذرۂ بے حس نے ہر فقرے پہ حرکت کی

تقریر کی گرمی پہ کرتی تھی زمیں صدقے
جو اُس کے خزانے میں دولت تھی حرارت کی

تقریر کبھی ایسی سُننے میں نہ آئی تھی
سورج نے سوا نیزے پہ آ کے شجاعت کی

ہاں موم ہوا لوہا پتھر بھی ہوا پانی
اُمت نہ مگر پگھلی کچھ حد ہے شقاوت کی

خطبے کی بلاغت نے لے جا کے ملا دی تھی
فاراں کی چوٹی سے حد وادیِ غربت کی

اب دشتِ بلا کیا ہے تبلیغ کا مرکز ہے
ہر ذرّۂ خاک سے ضَو اٹھتی ہے وحدت کی

بتلائے ذرا دنیا کس نوک کے پہ تو ہے
ہے خاکِ شفا حتّٰی اِس خطّۂ ظلمت کی

جب نام لیا تیرا دل ہو گیا شیروں سا
ہے عزم کو کیا پروا آلام و مصیبت کی

عزم

وحدت نوازی

ولادت ہے جہاں میں آج ایسے زندگی گر کی
بدل دیتا ہے جس کا تذکرہ صورت مقدر کی

خبر جس وقت پائی آمد دلبند حیدرؑ کی
وہیں سجدے میں پیشانی جھکی دین پیمبرؐ کی

پسر کو دیکھ کر حالت وہ ہے محبوب داور کی
جو حالت اپنا لشکر دیکھ کر ہوتی ہے افسر کی

شریعت جھومتی ہے وجد کے عالم میں رہ رہ کر
کہ جیسے آرزو پوری ہوئی ہو زندگی بھر کی

صداقت ہو گئی صدقے شجاعت نے قدم چومے
جلالت نے بلائیں بڑھ کے لیں روئے انور کی

لیا آغوش میں عصمت نے لوری دی طہارت نے
فضا چھونے لگی گلہائے فضیلت نے معطر کی

علوم سرمدی نے دی اذان گوش مبارک میں
امامت تربیت دینے کو آئی ذات اطہر کی

ہوئی ٹھنڈک تو نکلا آفتابِ لطفِ ربانی
پڑی گرمی ہوا چلنے لگی مرضئ داور کی

ولادت کی خبر سے یوں تو سب خوش تھے مدینے میں
پیمبر نے جو کی اتنی خوشی تو کچھ سمجھ کر کی

پیمبرؐ نے زمانے میں بنا اسلام کی ڈالی
حسینؑ آئے تو دنیا بن گئی دینِ پیمبرؐ کی

خدا سے عشق ہے تجھ کو خدا بھی تیرا عاشق ہے
خدا شاہد ہے دونوں کو محبت ہے برابر کی

ہوا ثابت نہ چھوڑے گا کبھی ساتھ آل و قرآن کا
تلاوت تو نے جب قرآن کی نوکِ سناں پر کی

جوانی سر جھکا دیتی ہے اُس کے کارناموں پر
بھلا کس طرح تو نے تربیت کی اپنے اصغر کی

ملائک غرقِ حیرت تھے خدائی ناز کرتی تھی
علیؑ کے لال جب تو نے عبادت زیرِ خنجر کی

حکومت حق کشی پر جب ہو آمادہ تو ایسے میں
کہاں تک چپ رہے انساں یہ حد تو نے مقرر کی

کہاں تک ایک انساں پیش کر سکتا ہے قربانی
محمدؐ کے نواسے! تو نے یہ حد بھی اُجاگر کی

نتیجہ ہے علیؑ کے لال کی وحدت نوازی کا
کہ پانچوں وقت آتی ہے صدا اللہ اکبر کی

چمک اٹھے نقوش اس طرح انصارِ حسینیؑ کے
کہ دھندلی پڑ گئی تصویر اصحابِ پیمبرؐ کی

کبھی پھر جنگ کی ہمت نہ کی آلِ محمدؐ سے
کچل کر رکھ دیں شہ نے ہمتیں شاہانِ خود سر کی

وہ جانبازی و ایثار و وفا کی ایک دنیا تھی
چُنی تھی فوج جو سبطِ پیمبرؐ نے بہتر کی

گئے سبطِ نبیؐ قربانیوں کی آخری حد تک
بہت پیچھے رہی منزل خلیلِ ربِ اکبر کی

بتاؤ! انبیائے ماسلف کو شہ سے کیا نسبت
کہاں دریا کی پہنائی کہاں وسعت سمندر کی

علیؑ دوشِ نبیؐ پر ایک بار آئے تھے کعبے میں
ہوئی معراج ایسی سینکڑوں بار ابنِ حیدرؑ کی

مقامِ فخرِ آدم وارثِ ابلیس کیا سمجھیں!
کب اندھے دیکھتے ہیں روشنی مہرِ منور کی
فدا اسلام پر اور عظمتِ شبیرؑ کے منکر
تمہاری ہیں غرض کے منفعت کرتے ہیں جوہر کی
بلا شبیرؑ کے اسلام کا کیوں نام لیتے ہو؟
کہ بے مرکز کے ممکن ہی نہیں تشکیل محور کی
مسلمانو! ذرا سوچو دیا کیوں طول سجدے کو
پسر جب کھیلتا تھا پشتِ اطہر پر پیمبرؐ کی
پیمبرؐ کیا نہیں واقف تھے آدابِ عبادت سے؟
مقدم کردی طاعت پہ محبت اپنے دلبرؑ کی
نہیں ایسا نہیں تھا بلکہ دنیا کو دکھانا تھا
کہ یہ ہے منزلت اسلام میں سبطِ پیمبرؐ کی
یہ وہ بچہ ہے جس کا کھیل بھی جزوِ عبادت ہے
محبت اس کی ہم معنی ہے خوشنودیٔ داور کی

ظریف جبلپوری

کامل الایمان

نہ کیوں دیوار و در سے آج نورِ پنجتن برسے
درخشاں ماہِ کامل ہو گیا زہرؑا کی چادر سے
نہیں اب ہم گنہگاروں کو بالکل خوفِ محشر سے
شفاعت کا ذریعہ مل گیا بنتِ پیمبرؐ سے
مزیّن ہے جلالِ حیدرؑی خُلقِ پیمبرؐ سے
سکوت و صبر کا جوہر ملے گا شیرِ مادر سے
مبارک ہو کہ سردارِ جوانانِ جناں آیا
صدا لعبا کی آتی ہے یہی رہ رہ کے اندر سے
مکمّل ہو گئے ہیں پنجتن جن کی ولادت سے
بہارِ باغِ ایماں بھی تو ہو گی اس گُلِ تر سے
پسر اُس کامل الایماں کا ہے جو کا ہر اک ٹوٹا
اُحد سے بدر سے صفین سے خندق سے خیبر سے
نبیؐ مسجد میں ہیں زہرؑا خدا کا شکر کرتی ہیں
حسنؑ ہیں لطف اندوزِ سخن اپنے برادر سے

قیامت کی خوشی ہے آج خاتونِ قیامت کو
چھلکتی ہے مسرت چشم و روئے میر کوثر سے

بوقتِ خطبہ یہ بچہ اگر مسجد میں جائے گا
نبی خود گود میں لینے اتر آئیں گے منبر سے

ابھی سے کیوں اندھیرا ہو گیا قصرِ یزیدی میں
ابھی تو شمعِ ایماں آئی ہے اللہ کے گھر سے

علیؑ کا شیر ہے یہ اور اس کے شیر وہ ہوں گے!
مجاہد چھ مہینے کا لڑے گا ایک لشکر سے

اسی کے خون سے اسلام اک دن سرخرو ہو گا
زمانہ گونج اٹھے گا نعرۂ اللہ اکبر سے

اگر میں کربلا پہنچا تو ایسا جم کے بیٹھوں گا
قیامت تک نہ اٹھوں گا درِ سبطِ پیمبرؐ سے

ظریف اس وقت اگر ہوتے تو ہنس ہنس کے کھا لیتے
مٹھائی آج لیکن کھائیں گے ہم بھائی جعفر سے

گھائل میرٹھی

صداقت

میدانِ وفا میں یوں کس نے عبادت کی
تیغوں میں کئے سجدے نیزوں پہ تلاوت کی
پھیلی ہے ضیا باری خورشیدِ امامت کی
دراصل تجلّی ہے انوارِ رسالت کی
اس دورِ یزیدی کی ظلمت کو مٹا ڈالا
پھیلی یہ ضیا باری اس شمعِ امامت کی
صلوٰۃ کے نعرے ہوں اولادِ پیمبر پر
یہ جشنِ مسرت ہے محفل ہے ولادت کی
کوثر کے چھلکنے کی پھر آئیں وہ آوازیں
پھر ساقیٔ کوثر نے اپنوں کی ضیافت کی
جھولے بھی جھلائے ہیں اور آسیہ گردانی
اس گھر میں ملائک نے ہر طرح سے خدمت کی
خود فاقے کئے پیہم سائل نہ پھرا در سے
پڑھ! دہر کے سورے ہیں تعریف سخاوت کی

احسان بشر ہی پہ موقوف نہیں اِن کے

زعفر کو شرف بخشا فطرس پہ عنایت کی

وہ سجدۂ طولانی کہتا ہے محمدؐ کا

افضل ہے امامت سے توقیر امامت کی

توفیق تو کر لیتے سلطان رسالت کی

میّت ہے ابھی گھر میں اور فکر خلافت کی

اِس عہدِ یزیدی کی تقلید میں ہے دنیا

چلتا ہوا خنجر ہے گردن پہ صداقت کی

روضے پہ بلا لیجے صدقے میں بہتر کے

توفیق عطا کیجے گھائلؔ کو زیارت کی

ساقیا! جام اسی لطفِ نظر سے دیدے

پی چکا ہوں جو اِدھر سے وہ اُدھر سے دیدے

رکھے اللہ تری بارہ دری کو قائم

تیسرا جام مجھے تیسرے در سے دیدے

سلامت نجمی

تصویرِ مسرّت

کیسی ہے ضیا باری خورشیدِ امامت کی
جلووں میں ہے رخشندہ تصویر شفاعت کی

یہ سلسلہ کب ہوتا یوں ختم نبوّت کا
تخلیقِ امامت تھی تکمیل رسالت کی

گو رنگ بھرے لاکھوں، پر خونِ علی اصغرؑ!
کس رنگ سے ابھری ہے تصویر شہادت کی

عکسِ غمِ شبیرؑ آنکھوں میں لبا جب سے
دھندلی نظر آتی ہے تصویر مسرّت کی

خونِ شہِ والا کو کس طرح چھپاؤ گے؟
زینبؑ کا کھلا سر ہے تفسیر شہادت کی

حاصل ہے شرف نجمی مولا کی غلامی کا
کیوں خوف ہو دنیا کا کیا فکر قیامت کی؟

اسمائے شعرائے کرام

احسان امروہوی
ارم لکھنوی
اسیر فیض آبادی
اشفاق کانپوری
اطہر جعفری
اطہر فیض آبادی
آغا
انجم بنارسی
بدر الہ آبادی
ثمر ہوشنگ آبادی
محمد جعفر جعفر
حسین بلتستانی
حشم لکھنوی
میر رضی میر کہیر تلوی
زاہد فتحپوری
تنویر زیدی
ساجد
سخن فتحپوری

سرفراز جانی
سعید جونپوری
سلیل
شعور جونپوری
شعیب
صابر بھاریانی
صفدر حسین صفدر
ضیا جام نگری
ظریف جبلپوری
ظفر جونپوری
عالی جونپوری
عروج بجنوری
عزت لکھنوی
عزم جونپوری
فضا جلالوی
کرار جونپوری
کمال جبلپوری
گھائل میرٹھی

محب حیدر آبادی
متقی
مظہر
منظر عظیمی
منظور رائے پوری
نجمی
نسیم امروہوی
نظر جعفری
وصی فیض آبادی
وفا
ہمدم فیض آبادی
ڈاکٹر سید باور عباس یاور دہلوی

وہ قصیدے جو طرح میں کہے گئے لیکن مجبوری کی وجہ سے محفل میں پڑھ نہ سکے :-

مشتاق ترمذی
حسین نظر

طرحِ اول سالِ چہارم طرحِ ثانی

کب نام تیرا مولا! ورد زباں نہیں ہے سنہ ۱۹۶۲ء حسینؑ ابن علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں

احسان امروہوی

قولِ فیصل

کمی چھوڑی نہ کچھ تیغِ عدو نے ناز اُٹھانے میں
رہا ہے حُسن خود حیران تیرے آزمانے میں
شکستِ فاش کھائی ظلم نے زور آزمانے میں
جوابِ بیعتِ بے جا تھا تیرے مسکرانے میں
رہے ہیں پیش پیش اپنے حدیثوں کے بتانے میں
بڑی مشتاق ہے دنیا رنگیلے گل کھلانے میں
یہ خاکِ پاک کی تسبیح شاہد ہے زمانے میں
تمہارا خونِ ناحق دوڑتا ہے دانے دانے میں
بہر عنواں دو رنگی تو رہی ہے ہر زمانے میں
عداوت کا بھی قصہ ہے محبت کے فسانے میں
خیالِ حق رہا ہے کس کو تاج و تخت پانے میں
یہ مے اے محتسب بکتی رہی ہے ہر زمانے میں
گلِ امید سے دامن بھرے جس کے زمانے میں
لگانے آئے ہو تم آگ اُس کے آشیانے میں

ہو کوئی خوشۂ انگور یا تلوار کا پھل ہو
تکلف سر کٹانے میں نہ ہم کو زہر کھانے میں

وہ کوثر کا کنارہ ہے وہ ہے اب سامنے منزل
لگے گی دیر کیا دریائے خوں کے پار جانے میں

رگِ گردن نے کس کی کر دیا ہے آب تیغوں کو
لہو کام آیا کس کا ظلم کے شعلے بجھانے میں

یہ اُن کا قولِ فیصل ہے کتاب اللہ کافی ہے
جھجک جن کو نہیں نیزوں پہ بھی قرآں اٹھانے میں

الٰہی لاشۂ اکبر اٹھانے میں جو مشکل ہے
وہ دشواری نہ تھی درِ خیبر کے اٹھانے میں

ستم ایجاد کرنے میں جہاں سے بڑھ گیا لیکن!
تری کوشش سے دردِ عاشقی کو دل بنانے میں

تمہارے سر جھکانے میں جو اوجِ سر بلندی ہے
وہ اوجِ سر بلندی ہے کسی کے سر جھکانے میں؟

حسینؑ آئے نہ تھے جب تک کمی محسوس ہوتی تھی
حسینؑ آئے تو گویا پنجتن آئے زمانے میں

ہر اک رودادِ غم نے سر جھکایا تیرے قدموں پر
زمانے کے فسانے ضم ہوئے تیرے فسانے میں

یہ مت سوچو رہی ہے چند روزہ کس کی سرداری
یہ دیکھو! آج کس کا نام باقی ہے زمانے میں

تمہارا نام ہے مولا زمانے کی زبانوں پر
تمہارا نام لینا جرم تھا مولا زمانے میں

غمِ شبیرؑ کے صدقے میں پاتا ہوں گلِ یکتا
نکل پڑتے ہیں اے احسان آنسو مسکرانے میں

ہے صرف ایک تبسم تیر و کماں نہیں ہے
شکوہ ہے زندگی کو اصغر جواں نہیں ہے
کوئی یہ جا کے کہہ دے اب میرِ کارواں سے
منزل پکارتی ہے اور کارواں نہیں ہے

رحیلِ حق جو

پھر کیا! جو حسبِ موقع حُسنِ بیاں نہیں ہے
بزمِ حسینؑ ہے یہ بزمِ جہاں نہیں ہے
بزمِ نشاط کوئی دامن کشاں نہیں ہے
جلسے کی کیا خوشی ہو یہ غم جہاں نہیں ہے
اس ذکر سے جو مملو فکر و بیاں نہیں ہے
تبلیغ دینِ حق کا نام و نشاں نہیں ہے
میلاد کی ہو محفل یا بزمِ مدح خوانی
نامِ حسینؑ آئے مجلس کہاں نہیں ہے
اسلام کو جِلا کر ثابت کیا یہ کس نے؟
یوں حق پہ جان دینا نقصانِ جاں نہیں ہے
زخموں سے چور ہونا پیاسے شہید ہونا
سب کام کی ہیں باتیں کچھ رائگاں نہیں ہے
یوں سہل کر کے گذرے ہر سختیٔ بلا کو
معلوم ہو رہا تھا یہ امتحاں نہیں ہے

کتنا تھا سمجھا بوجھا اقدام شاہ والا
پڑتا ہے جو قدم بھی وہ ناگہاں نہیں ہے

جس سر زمیں کو بخشی شاہِ زمن نے رفعت
اس سر زمیں سے اونچا اب آسماں نہیں ہے

ہوتا نہیں ہے سجدہ بہرِ خدا کہیں بھی
پیشِ نظر جہاں بھی وہ آستاں نہیں ہے

یہ قافلہ ہمارا شبیرؑ جس کے رہبر
اس کارواں میں کوئی گم کارواں نہیں ہے

کس کارواں نے پائی ایسی رحیلِ حق جو؟
اکبرؑ کی دی ہوئی سی کوئی اذاں نہیں ہے

حق اور حسینؑ آئے یوں مل کے کربلا میں
کوئی حجاب حائل اب درمیاں نہیں ہے

جلوے سے شاہِ دیں کے آنسو دریغ کر لے
ایسا تو آنکھ والا کوئی یہاں نہیں ہے

ہیں دل کے داغ تازہ غم میں شہ ہدیٰ کے
اپنا یہ وہ چمن ہے جس میں خزاں نہیں ہے

الفت میں شاہِ دیں کی دل اے آرام ہمارا!
صحرائے کربلا ہے باغِ جناں نہیں ہے

دینِ حق

اسیر فیض آبادی

شرف ہے یہ محمدؐ کے گھرانے کو زمانے میں
نبوّت اس گھرانے میں امامت اس گھرانے میں

وہی اوّل وہی آخر وہی حاضر وہی غائب
محمدؐ ہی محمدؐ ہیں محمدؐ کے گھرانے میں

رضا جس کی رضائے حق عطا جس کی عطائے حق
بھلا کس چیز کی ہوگی کمی اُس کے خزانے میں

حسینؑ آئے تو دینِ حق نے بڑھ کر بلائیں لیں
خبر تھی کام آئیں گے یہی اُس کو بچانے میں

اگر شبیرؑ آڑے وقت میں بڑھ کر نہ کام آتے
نہ رہتا نام تک اسلام کا باقی زمانے میں

غمِ سبطِ نبی ہی کام آئیگا سرِ محشر
یہی ہے جاوداں دولت مرے دل کے خزانے میں

زبردستی کسی کو اہلِ دنیا لاکھ شہرت دیں
حقیقت کی جھلک بھی آ نہیں سکتی فسانے میں

بتائیں وہ جو کوئی اور معیارِ محبّت ہو
جنہیں بدعت نظر آتی ہے رونے اور رُلانے میں

کسی کی بزم میں ہم جا کے اپنی بات کیوں کھوئیں
سُنے گا کون طوطی کی صدا نقار خانے میں

وہ بادہ کش ہوں میں جو میکدے سے ہٹ نہیں سکتا
کٹے گی زندگی میری یوں ہی پینے پلانے میں

سُنے اپنا کہ بیگانہ کوئی آنسو نہیں رُکتے
غضب کا درد ہے اے کربلا! تیرے فسانے میں

جگہ رومالِ زہرا میں ملی ہو جن کے اشکوں کو
لگے گی دیر کیا ان کو خطائیں بخشوانے میں

اسیرؔ آلِ پیمبر کی دلوں پر حکمرانی ہے
حکومت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی زمانے میں

اشفاق کانپوری

یادِ نینوا

کریں کچھ اہتمام ایسا گلستاں کے سجانے میں
لہو کام آئے دل کا لالہ و گل کے کھلانے میں

شجر بھی بہرِ استقبال ہیں گلشن میں استادہ
پئے تعظیم ہے ہر شاخ نازاں سر جھکانے میں

سلیقہ دیکھ کر حسنِ تبسّم جھوم جھوم اٹھا
ضیا انداز تھا ہر ہر کلی کے مسکرانے میں

ہنسی پھولوں کو بھی بے ساختہ آنے لگی آخر
نسیمِ صبح تھی مشغول ایسی گدگدانے میں

چمن کی ہر روش پر تھیں لگا ہیں محوِ نظارہ
فضا مصروف تھی نیرنگیٔ عالم دکھانے میں

یکایک شور اٹھا صحنِ گلشن میں ہر اک جانب
نہیں کچھ دیر اے بادہ کشو ساقی کے آنے میں

صبا بر دوش میخانہ نظر آیا تو یہ بولے
ادب قائم رہے اے میکشو پینے پلانے میں

چمن کو دیکھ کر آراستہ دیوانے آپہنچے
خرد کی آبرو جو طاق میں تھی بڑھ کے لٹانے میں

بہاروں میں عروجِ وحشت و جوشِ جنوں توبہ!
لگے ہیں دھجیاں جیب و گریباں کی اڑانے میں

خرد پر ضرب کاری ہے تصادم ہوش و مستی کا
گرے ہیں بھی تو تیرے قدموں پر آکر لڑکھڑانے میں

ازل میں محضرِ عشاق اے اشفاق ہم نے بھی
جو دیکھا تھا تو اپنا نام تھا پہلے ہی خانے میں

مضامیں خود بخود فہمِ رسا پر چھائے جاتے ہیں
تکلف کس لئے یہ مطلعِ نو کے سنانے میں

زباں زد ہے خلائق کے جو افسانہ زمانے میں
حقیقت ہی حقیقت ہے ہمارے اس فسانے میں

اُسے تو امتحانِ صبر و ضبط آساں ہوتا ہے
خوشی محسوس کرتا ہے جو بارِ غم اٹھانے میں

محبت کرنے والوں میں سرِ فہرست نام اپنا
قدم کیا ڈگمگاتے اپنے ان کے آزمانے میں

کھڑے ہیں صف بہ صف مشتاقِ نظارہ سرِ مقتل
وہ ہیں خنجر بکف اب دیر کیسی سر کٹانے میں

کچھ اس انداز سے کر دو نچھاور زندگی اپنی
شہیدانِ وفا کا نام رہ جائے زمانے میں

اگر دریں شہادت چاہتے ہو اس زمانے میں
جھجک کیسی چلے آؤ محمدؐ کے گھرانے میں

بنی ہاشم کا ہر ہر بچہ یکتائے زمانہ ہے
انہیں کو فخر ہے سرمایۂ ہستی لٹانے میں

اسی گھر میں ملیگا آپ کو شاہِ شہیداں بھی
جسے دنیا رہی ناکام اب تک بھول جانے میں

زباں پر نام آتے ہی حسینؑ ابن علیؑ تیرا
سمو دیتی ہے فطرت سوز اس رنگیں ترانے میں

خوشی کی بزم میں بھی یہ تصور کار فرما ہے
مزا ملتا ہے اس کو منظرِ خونی دکھانے میں

نبیؐ کی گود میں دیکھا تو یادِ نینوا آئی
سکونِ دل اگر پایا تو بس آنسو بہانے میں

ولادت پر شہادت پہ مشیت ناز کرتی ہے
بشر کو دخل ہی کیا ہے خدائی کارخانے میں

سنا جس دم حسینؑ ابن علیؑ آئے تو کانپ اٹھا
نہ آتا تھا کسی کے کفر دشمن کے ڈرانے میں

رخِ ایماں پہ آئی ہے خوشی کی لہر یہ سن کر
وہ پیدا ہو گئے جو فیصد ہیں مجھ کو بچانے میں

زیارت کے لئے بے چین ہے قلب حزیں اپنا
نہ کھینچے اس قدر تاخیر عاصی کو بلانے میں

تمہارا واسطہ دے کر دعا بخشش کی کرنے والے کو
نہیں کچھ دیر لگتی ہے درِ مقصود پانے میں

حسینؑ ابن علیؑ کا واسطہ اشفاق دیتا ہے
سکونِ قلب حاصل ہو الٰہی سر جھکانے میں

گر یاں ہیں نہیں آنکھیں لب پہ فغاں نہیں ہے
پھر بھی عمل ہمارا یہ رائیگاں نہیں ہے
ہے دوستوں کو نام شبیرؑ راحتِ جاں
دشمن اسے سمجھتے جو شادماں نہیں ہے

سید علی اطہر جعفری اطہر

چراغِ حق

رہیں باز و کبوتر ایک جا اب آشیانے میں
کہ دامادِ شہِ عادل کی آمد ہے زمانے میں

حسینؑ آئے، وہ آیا دم میں اب تطہیر کا آیہ
اِنھیں کی بس کمی تھی، اِسی ردا کے تانے بانے میں

حسینی عزم میں کونین کی دانائیاں مضمر
چمن کے راز پوشیدہ ہوں جیسے ایک دانے میں

جو دیکھے دینِ فطرت خود وہ فطرت کو کہے بدعت
بہانے اور تاویلیں نہ کر تم اس کو بہلانے میں

جو منظر شمع میں ہوتا ہے اس کا ہو بہو دیکھا
حسینؑ ابنِ علیؑ میں اور پیغمبرؐ کے شانے میں

بجھے سارے چراغ اپنے نہ دیکھا آنکھ بھر کر بھی
کچھ ایسے محو تھے سرورؑ چراغِ حق جلانے میں

جھکے وہ بھی درِ شہ پر جو سجدے میں نہیں جھکتے
کشش ہے کس قدر مظلومیت کے آستانے میں

نبیؐ اُٹھے مصلّے سے گلے ملنے خلیلؑ آئے
ہوئیں اس طرح شامل دونوں عیدیں اس دوگانے میں

لٹادے ساقیا! کوثر وہ دریا دل ہوا پیدا
نہیں جس کو تکلّف تیری خاطر گھر لٹانے میں

حسینؑ اک نام ہے رکھتی ہے جس کو فخر سے دنیا
یزید اک کلمۂ دشنام ہے سارے زمانے میں

خلل آئے گا خوابِ ناز میں اے وحیِ رب دم لے!
ابھی روح الامیں مشغول ہے جھولا جھلانے میں

بتقریبِ وِلا، وہ جشن ہے سارے زمانے میں
کہ قرآن تک ہے شامل حمد کے نغمے سنانے میں

خوشی سے محو ہیں حوریں خوشی کے گیت گانے میں
ستارے رقص میں بے خود اذاں نوبت بجانے میں

علیؑ کا صرف ہو سکتا ہے وہ ہمسر جو پیدا ہو
خدائے پاک کے گھر میں محمدؐ کے گھرانے میں

میں بندہ مالکِ تطہیر کا دنیا میں ہوں اطہرؔ
طہارت نفس کی ایمان ہے میرا زمانے میں

علی اطہر عابدی اطہر فیض آبادی

ذکرِ کربلا

دل بسمل رہا ہے لیکن لب پر فغاں نہیں ہے
خاموش اس طرح ہوں گویا زباں نہیں ہے
چھینٹوں سے اپنا دامن تم کیا بچا سکو گے
محفوظ میرے خوں سے جب آسماں نہیں ہے
مظلومیت کا چرچا ہوگا ہر اِک زباں پر
کیا تجھ کو اے ستمگر! اس کا گماں نہیں ہے؟
تاراج کرنے والے گلزارِ آرزو کے
واقف ترے ستم سے کیا باغباں نہیں ہے؟
بے آب بھی شگفتہ ہیں پھول اس چمن کے
دنیائے رنگ و بو کا یہ گلستاں نہیں ہے
جس کو مٹا دے دنیا جس کو بھلا دے دنیا
مظلوم کا فسانہ وہ داستاں! نہیں ہے
ہر رنج اور خوشی میں ہے ذکر کربلا کا
"وہ کب نام تیرا مولا ورد زباں نہیں ہے"

میرا حسینؑ مجھ سے میں بھی حسینؑ سے ہوں
فرمان کیا نبیؐ کا سبب پر عیاں نہیں ہے؟

سینچا ہے خونِ دل سے باغِ محمدیؐ کو
کیا حق کے گلستاں کا یہ باغباں نہیں ہے؟

پہلا سا آج کیوں وہ رنگِ جہاں نہیں ہے
ہے کون سا چمن جو رشکِ جناں نہیں ہے؟

گلزارِ فاطمہؑ میں آئی بہارِ تازہ
وہ گل ہوا شگفتہ جس کو خزاں نہیں ہے

وہ پھول جس سے زینت کون و مکاں نے پائی
کس جا شمیم اس کی عنبر فشاں نہیں ہے؟

وہ پھول! مصطفیؐ کا نورِ نگاہِ حیدرؑ
چشمِ جہاں سے جس کی شوکت نہاں نہیں ہے

وہ کون سا ہے گلشن انسانیت کا اطہر؟
جس میں گلِ محمدؐ عنبر فشاں نہیں ہے

آغا اصغر

شہادت

شہادت وہ حقیقت ہے زمانے کے فسانے میں
رسالت بھی امامت بھی ہے جس کے شاخسانے میں
ہوئی ہے آج نازل پنجتن کی پانچویں صورت
تلاوت جس کی ہوتی ہی رہے گی ہر زمانے میں
خدا رکھے زباں پھر آج اس کا نام لیتی ہے
کہ جس کو قدسیاں معروف ہیں جھولا جھلانے میں
یزید رو سیاہ تو کیفر کردار کو پہنچا
کچھ اس کے جانشیں رہتے ہیں لیکن ہر زمانے میں
زمانہ کچھ کہے لیکن مرے مولا! ترا آغا
ترا پیغام دہراتا رہے گا ہر زمانے میں

انجم بنارسی

برقِ طور

نئے دفتر کھلیں گے اب وفا کے کارخانے میں
وہ حسینؑ ابن علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں

تبسم کی ادا نے کر دیا بیدار کلیوں کو
ہوئی نغمہ سرا بلبل بھی اپنے آشیانے میں

اُنہیں کی یاد میں گل اپنا دامن چاک کرتے ہیں
نظر آتی ہے برقِ طور چمن کے مسکرانے میں

نہ کیوں روشن ہوا اُن کے نور سے دامن گلستاں کا
کہ جلووں کی فراوانی ہے اُن کے آستانے میں

نئے انداز سے جلوہ فگن شمعِ حسینیؑ ہے
بدل ڈالی ہیں ساری ظلمتیں آئینہ خانے میں

گدائی اُن کے در کی بادشاہوں کا قرینہ ہے
ملائک فخر سمجھیں آپ کو جھولا جھلانے میں

اُحد کی، بدر کی، صفین کی، خیبر کی، خندق کی
ہزاروں داستانیں ہیں نہاں تیرے فسانے میں

نہ اُٹھے گا سوالِ بیعتِ فاسق قیامت تک
رہے گا تا ابد سجدہ ترا قائم زمانے میں
اُداسی دور ہوتی ہے دلِ مومن کی اے انجمؔ!
سکوں ملتا ہے اُن کے ذکر پر آنسو بہانے میں

بدرؔ

سرِ نہاں

کوئی حجاب حائل جب درمیاں نہیں ہے
پھر مجھ سے تجھ کو پردہ شایانِ شاں نہیں ہے
اپنا بنا کے ہم کو کیوں ہے یہ پردہ داری
یہ تو کوئی مروّت اے جانِ جاں نہیں ہے
بزمِ ازل کا عالم ہے اب بھی یاد لیکن!
وہ بزمِ لامکاں! یہ لامکاں نہیں ہے
تیرا جلب برحق، برحق سہی بھی لیکن!
میرا بھی ذوقِ سجدہ کچھ رائیگاں نہیں ہے

ارزانیٔ تجلّی اور پھر بھی مجھ سے پردہ
کیا یہ بھی میرے دل کا اِک امتحاں نہیں ہے؟

تیری تجلّیوں میں رعنائیاں نہیں ہیں؟
یعنی حجاب تیرا اب دلستاں نہیں ہے

تنظیمِ آفرینش تجھ کو پکارتی ہے
اس بزمِ عنصری میں روحِ رواں نہیں ہے

روحِ روانِ عالم اے شمعِ بزمِ امکاں
تیرے بغیر ہستی اب جاوداں نہیں ہے

تیری تجلّیوں کی کونین کو ضرورت
محتاجیٔ دو عالم کس پر عیاں نہیں ہے؟

حاجت روائے عالم جلووں کی بھیک دیدے
تو ضوفشاں نہیں ہے دل ضوفشاں نہیں ہے

تو روحِ پنجتن ہے تو جانِ پنجتن ہے
تیرا وقار مولا! سرِّ نہاں نہیں ہے

احمدؐ کی آرزو ہے حیدرؑ کی آبرو ہے
تجھ سا جہاں میں کوئی شاہِ زماں نہیں ہے

اے سیّدہ کے دلبر اے روحِ جانِ شبّرؑ

بن تیرے دل حسنؑ کا دل ہے جواں نہیں ہے

خود اپنے خوں کا محضر مانگا ہے تو نے حق سے

سچ ہے کوئی شہادت یوں کامراں نہیں ہے

خضرِ صراطِ احمدؐ اب شمع بن کے آجا!

منزل شناس اب تک یہ کارواں نہیں ہے

ایسا جری کہ اب تک گیتی پکارتی ہے

کوئی جہاں میں تجھ سا پیاسا جواں نہیں ہے

افسانۂ حوادث اے بدر کس سے کہئیے!

دنیا میں کوئی اپنا جب ہمزباں نہیں ہے

تو میکشوں کو حیاتِ دوام دے ساقی!

کھُلا ہے تیسرا در اِک پیام دے ساقی!

مری حیات کی تکمیل اس طرح ہوگی

خوشی کے پی چکا اب غم کے جام دے ساقی!

سلامت نجمی

آفتاب احمد جعفری ثمرؔ ہوشنگ آبادی

خدائے امن

بڑی توقیر تھی اس کے تقدس کی زمانے میں
حسینؑ ابن علیؑ نے آنکھ کھولی جس گھرانے میں

یہ کس کا عزم روشن ہے شہادت کے فسانے میں؟
یہ کس کا ہاتھ ہے انسان کی ہمت بڑھانے میں؟

ہزاروں شمرؔ و خولیؔ مٹ گئے اُن کے مٹانے میں
حسینؑ ابن علیؑ کا نام روشن ہے زمانے میں

اگر اس دور میں آتے خدائے امن بن جاتے
علیؑ کے لال! تم تشریف لائے کس زمانے میں؟

نہ بھولیں گے قیامت تک کبھی اہلِ وفا تم کو!
تمہارا تذکرہ ہوتا رہے گا ہر زمانے میں

اِدھر کیں بند آنکھیں اور اُدھر ہم کربلا پہنچے
بس! اتنی دیر لگتی ہے وہاں تک آنے جانے میں

وہی حُر جس نے پہلے راستہ روکا تھا شہؑ کا

وہ بازی لے گیا راہِ وفا پر سر کٹانے میں

ذرا تحقیق کرنا اور پھر ایمان سے کہنا!

ہے کس کا نام اوّل سیدہؑ کا دل دکھانے میں

علیؑ کو ناخدائے کشتیٔ اسلام کہتے ہیں

علیؑ اسلام کے کام آ رہے ہیں ہر زمانے میں

کتابِ علم کے ہر باب پر گہری نظر ڈالو

علیؑ کا ذکر شامل ہے محمدؐ کے فسانے میں

حرم کو جانے والو! ایک سجدہ شہؑ کے در پر بھی

بشر معراج پاتا ہے یہاں پر سر جھکانے میں

نظرؔ سبطِ نبیؐ کا غم مری قسمت میں لکھا ہے

یہ وہ غم ہے کہ جس کی دھوم ہے سارے زمانے میں

محمد جعفر

نامِ محمدؐ

خدا کی معرفت کامل ہوئی ہے حب گھرانے میں
حقیقت کا پتہ چلتا ہے اُن سے لو لگانے میں

محبت اُن کی ہو تو شک نہیں جنت کے پانے میں
جہنم میں رہے گا ہے جو خوش ان کے ستانے میں

خدا کے منتخب ہیں یہ خدا والے زمانے میں!
ہوا ہے اور نہ ہوگا کوئی اُن سا آ زمانے میں

عطائے سیدہؑ ہے ورنہ میں کیا میری مدحت کیا!
سخی کے در سے مل جاتا ہے ہر اک بار جانے میں

پڑھو صلِّ علیٰ! مانگو دعا یہ دن مبارک ہے
"حسینؑ ابن علیؑ کی آمد ہے زمانے میں"

بنائے بحر و بر شمس و قمر انجم و فلک یہ ہیں!
کسوٹی ہیں کہ جو ایمان کی آئے ہیں زمانے میں

رُخِ انور پہ فرحت کی کبھی غم کی گھٹا چھائی
جھلک غم کی نظر آئی تھی اُن کے مسکرانے میں

ملک سجدہ کریں حکمِ خدا سے ایسے انساں کو
جو نامِ پنجتن سے کام لے بگڑی بنانے میں
محمدؐ اور علیؑ و فاطمہؑ حسنینؑ کی خاطر
نہ کیوں جبریلؑ خوش ہوں آیۂ تطہیر لانے میں
جری نے سر کو قدموں سے شہِؑ دیں کے نہ سرکایا
یہ جرأت تھی ظفر پائی خطا کے بخشوانے میں
نہ تھا خوف و خطر اور غم، فقط عباسؑ کے دم سے
صدا غازی کی کام آئی دلِ مردہ جلانے میں
تمنا جنگ کی عباسِؑ غازی کی نہ بر آئی
وگرنہ اشقیا یوں کٹتے نہ مشکیزہ بچانے میں
اذاں میں گرچہ دُہراتے رہے نامِ محمدؐ کو
خوشی تھی آلِ احمدؐ کو مگر در در پھرانے میں
خدا کا نام باقی رہ گیا دیں نے بقا پائی
حقیقی راز یہ تھا شاہِ دیں کے سر کٹانے میں
شعاعیں اشک کی آنکھوں سے میری جو نکلتی ہیں
ہے منزل اُن کی شاہِ کربلا کے آستانے میں

سخی ابنِ سخی جعفرؑ کے ارماں بھی کرو پورے
بلا لو گھٹ رہا ہے دم مرا اب آشیانے میں

محمد حسین خاں حسینؔ بلتستانی

پاسباں

ہے رسم کار فرمایہ امتحاں نہیں ہے
وہ مہرباں ہے مجھ پر نامہرباں نہیں ہے

جس عزم سے کیا تھا باطل کو زیر ہم نے
افسوس! اب وہ ہم میں عزمِ جواں نہیں ہے

پچھتا کے کچھ نہ ہوگا ہمدم! بروزِ محشر
احکام دیں پہ قائم جو بھی یہاں نہیں ہے

کچھ زادِ راہِ عقبیٰ حاصل کرو عزیزو!
دنیا ہے چار دن کی کس پر عیاں نہیں ہے

جز اہلبیتؑ اطہر ہے کون اس جہاں میں
عصیاں کا جس کے سر پہ بارِ گراں نہیں ہے

بخشش نہ ہوگی اُس کی فرما چکے محمدؐ
آلِ عبا سے جس کو الفت یہاں نہیں ہے

جس کو سمجھ رہے ہو تم کاروانِ منزل
سایہ فریب کا ہے وہ کارواں نہیں ہے

میرا حسینؑ مجھ سے اور میں حسینؑ سے ہوں
اس قولِ مصطفیٰؐ کی شہرت کہاں نہیں ہے؟

ابنِ علیؑ نہ ہوگا جس کارواں کا رہبر
ظاہر ہے راہِ حق پر وہ کارواں نہیں ہے

ہے آج اُس کی آمد گلزارِ مصطفیٰؐ میں
باطن میں جس کو کوئی خوفِ خزاں نہیں ہے

زہراؑ و مرتضیٰؑ کا جو پارۂ جگر ہو
کیا وہ رسولِ حق کا روحِ رواں نہیں ہے

اے اہلِ فکر و دانش! اس کو تو مانتے ہو
جو باعثِ خزاں ہو وہ باغباں نہیں ہے

پیشِ نظر ہمارے رہتا ہے امنِ عالم
وہ یہ سمجھ رہے ہیں امنہ میں زباں نہیں ہے

لاکھوں سلام تم پہ اے فاطمہ کے دلبر!
لیکن کس کے دل پہ مولا تو حکمراں نہیں ہے!

گلزارِ مصطفٰےؐ میں رونق ہے تیرے دم سے
تیرے سبب سے اس کو خوفِ خزاں نہیں ہے

ہیں عرش و فرش والے سب مدح خواں تمہارے
مولا! تمہارا چرچا کس جا کہاں نہیں ہے

کل جو مٹا رہا تھا نام و نشان تیرا!
دنیا میں آج اُس کا نام و نشاں نہیں ہے

در پردہ اہلِ حق پر ہوتے ہیں ظلم اب بھی
ظاہر میں دیکھنے کو تیغ و سناں نہیں ہے

تاریخِ دورِ گلچیں دہرا رہے ہیں اب تک
مانا کہ ان گلوں کے منہ میں زباں نہیں ہے

میں دشمنوں میں رہ کر مرہونِ زندگی ہوں
کیسے کہوں کہ میرا تو پاسباں نہیں ہے!

جب تیرے ذکر سے ہے اب تک حسینؑ زندہ
پھر کس طرح سے سمجھوں تو مہرباں نہیں ہے

حشمؔ لکھنوی

لعلِ بے بہا

بحمد اللہ حسینؑ ابنِ علیؑ آئے زمانے میں
یکایک شمع روشن ہو گئی آئینہ خانے میں
نمود ایسی کہ اب تک نام زندہ ہے زمانے میں
وقار ایسا کہ یکتا ہیں محمدؐ کے گھرانے میں
مِرے ساقی کے گھر کس شان کا جشنِ ولادت ہے
کہ خود پیرِ مغاں مصروف ہے پینے پلانے میں
ابھی سے آیۂ تطہیر کو آیا ہوا سمجھو!
کمی تھی بس اِسی معصوم ہستی کی زمانے میں
زمیں پر خُلد کی جیسے بہاریں آگئیں کھنچ کر
قیامت کی کشش ہے اس کلی کے مسکرانے میں
جنابِ فاطمہؑ کا گھر ہے ایسی عرش کی منزل
مَلک محوِ عبادت ہیں جہاں جُھولا جُھلانے میں
مدینے میں بفیضِ پنجتن کیا کیا بہاریں ہیں
مگن ہے طائرِ اسلام اپنے آشیانے میں

یزیدی یہ کہتے تھے اسلام کو پارینہ افسانہ
حسینؑ اُٹھے بقا کی روح بھر دی اس فسانے میں

حشمؔ اب حشر تک اسلام کی دولت نہ کم ہوگی
وہ لعلِ بے بہا آیا محمدؐ کے خزانے میں

لطفِ اذاں

میر رضی میر

بے وجہ قلبِ مضطر صرفِ فغاں نہیں ہے
جانِ جہاں نہیں تو آرامِ جاں نہیں ہے

کونین میں علیؑ کی منزل کہاں نہیں ہے
پہنچے علیؑ وہاں پہ کوئی جہاں نہیں ہے

بس اِک نشیمنِ علیؑ سے میں مطمئن نہیں ہوں
یا رو برا نہ مانو تم پہ گماں نہیں ہے

وصفِ علیؑ کو سن کر کچھ ایسے کھو گئے ہو
گویا تمہارے منہ میں گویا زباں نہیں ہے

حیدرؑ کی جانشینی یہ معجزہ ہے تیرا
دل جل رہے ہیں کب سے اب تک دھواں نہیں ہے

اکبرؑ کے بعد اب تک کتنی ہوئیں اذانیں؟

اِک شور مچ رہا ہے لطفِ اذاں نہیں ہے

بستر وہ اپنے گھر کا سونا وہ رات بھر کا

تیغوں سے کٹنے والا خوابِ گراں نہیں ہے

دونوں جہاں میں اعلیٰ حیدرؑ میں اور کعبہ

ایسا مکیں نہیں ہے ایسا مکاں نہیں ہے

حیدرؑ کے لب ہیں گویا قوسین سے مشابہ

ہے تیر بھی سلونی خالی کماں نہیں ہے

طاعت میں ذکر تیرا امیداں میں یاد تیری!

وہ کب نام تیرا مولا! وردِ زباں نہیں ہے؟

کلثوم اور زینبؑ شبیرؑ اور شبرؑ

اِن کے سوا کسی کی زہراؑ سی ماں نہیں ہے

مظلومیت نے دیکھو ظالم کی خاک اڑا دی

ظالم کا اب جہاں میں نام و نشاں نہیں ہے

سرخی لکھی گئی ہے خونِ رگِ گلو سے

رنگینیٔ شفق ہے یہ داستاں نہیں ہے

اب تک ہوا جو دیکھا، کچھ اب ہوا تو دیکھو
پھر یہ زمیں نہیں ہے یا آسماں نہیں ہے

آؤ خلیلؑ دیکھو! اکبرؑ کے معرکے کو
یہ اور امتحاں ہے وہ امتحاں نہیں ہے

اکبرؑ چلے جو سج کر، بولے حبیب اُٹھ کر
ہمصورتِ پیمبرؐ تم سا جواں نہیں ہے

بے چین ہو کے اُٹھے اور صبر کر کے بیٹھے
کیا ذہن میں رضیؔ کے زخمِ سناں نہیں ہے

وہ یاد ہو گا دیا تھا جو دوپہر میں سبق!
پڑھا گئے وہ زمانے کو دینِ حق کی کتاب
خدا کی راہ میں دے کر جوانیِ اکبرؑ
حسینؑ دے گئے دینِ محمدی کو شباب

میر رضی

سیّد کرّار حسین زاہد فتحپوری

موجِ کوثر

کلکِ خیال میرا کیوں دُر فشاں نہیں ہے
شبّیرؑ کی ہے مدحت طبعِ رواں نہیں ہے

کیونکر کہوں کہ تجھ پر مقصد عیاں نہیں ہے!
عصمت کا تذکرہ ہے طاہر زباں نہیں ہے

روحِ کلام دیدے لفظوں میں جاں نہیں ہے
حُسنِ طلب ہے ساقی! حسنِ بیاں نہیں ہے

پایا ہے میں نے مقصد اکثر دُعا سے پہلے
ساقی! تری طرف سے دل بدگماں نہیں ہے

سیرابیٔ جہاں کو اُٹھی وہ موجِ کوثر!
عالم میں آج کوئی تشنہ دہاں نہیں ہے

آہ و فغاں کے بدلے نغمہ سرائیاں ہیں
پہلا سا اب چمن میں شورِ فغاں نہیں ہے

غنچوں نے تہنیت دی مُہرِ سکوت ٹوٹی
گویا چمن میں کوئی اب بے زباں نہیں ہے

فصلِ بہار بن کر عالم پہ چھا گیا تو
گل مسکرا رہے ہیں رنگِ خزاں نہیں ہے

عالم میں تیرا چرچا آقا! کہاں نہیں ہے؟
"کب نام تیرا مولیٰ وردِ زباں نہیں ہے؟"

جس دل میں تیری الفت روحِ رواں نہیں ہے!
گل ہے بغیر خوشبو پیکر ہے جاں نہیں ہے

اپنی خوشی میں تیرا غم ہو چکا ہے شامل
بے کیف زندگی کی اب داستاں نہیں ہے

خود کو مٹا کے تو نے اسلام کو بقا دی
برقِ تپاں کی زد میں اب آشیاں نہیں ہے

رنگینیٔ شفق ہو یا رنگِ لالہ و گل
کس شے سے تیرے خوں کی سرخی عیاں نہیں ہے؟

اک کارواں تھا جس کے منزل نے پاؤں چومے
جو رہ گیا بھٹک کر وہ کارواں نہیں ہے

جنت ہے تیرے گھر کی جنت سے مطمئن ہوں
کیا تیری دسترس میں نظمِ جہاں نہیں ہے

زاہد پہ بھی کرم ہو مشکل کشا کے دلبر
دو دن کی زندگی میں امن و اماں نہیں ہے

توقیر حسین زیدی

رازداں

جب غم ہی تیرا وجہ آرام جاں نہیں ہے
ممکن کوئی علاج دردِ نہاں نہیں ہے
یہ بات ہے حقیقت وہم و گماں نہیں ہے
دامانِ پنجتن میں خوفِ زیاں نہیں ہے
یاروں کی دوستی ہے رازِ نہاں نہیں ہے
ان کی رفاقتوں کا چرچا کہاں نہیں ہے؟
محروم بجلیوں سے کب آشیاں نہیں تھا؟
مانوس بجلیوں سے کب آشیاں نہیں ہے؟
جب نام تیرا آیا آنکھوں میں اشک آئے
شاید بہ قدرِ غم اب تابِ بیاں نہیں ہے

رودادِ زندگی کی سُرخی حسینؑ ہی ہیں
جس میں یہ غم نہیں ہے وہ داستاں نہیں ہے

نامِ حسینؑ سے ہیں اب حشر تک بہاریں
اب باغِ زندگی میں دورِ خزاں نہیں ہے

جس کو ہے غم تمہارا اس کو نہیں کوئی غم
بارِ حیات اُس کو بارِ گراں نہیں ہے

ہیبت رسولؐ کی ہے اور زور ہے علیؑ کا
عالم میں کوئی مثلِ اکبرؑ جواں نہیں ہے

رضوان بن کے دربی آیا ہے کس کے در پر؟
خالق کسی کے اوپر یوں مہرباں نہیں ہے

تاریک منزلیں ہیں تاریک راستے ہیں
دامانِ پنجتن کا سایہ جہاں نہیں ہے

سر کو پٹک رہی ہے ہر موجِ بحرِ ہستی
ساحل کے لب پہ تیری کب داستاں نہیں ہے؟

مسجود خود ہی سمجھے رازو نیازِ ہستی
یادش بخیر! کوئی اب راز داں نہیں ہے

آنسو ٹھہر گئے ہیں مژگاں پہ آ کے زیدی!
صبحِ بہارِ نو ہے شامِ خزاں نہیں ہے

سخن فتحپوری

کہکشاں

وہ دل جو رشتہ کے غم میں محوِ فغاں نہیں ہے
قالب میں بت ہے گویا قلبِ تپاں نہیں ہے

کیا سوزِ غم کی لذّت دل میں نہاں نہیں ہے
پھر رُخ پہ سیلِ اشکِ غم کیوں رواں نہیں ہے؟

عالم کو یہ شفق کی سرخی بتا رہی ہے
عنوان ہو نہ جس کا وہ داستاں نہیں ہے

ہوں مہر و ماہ و انجم، شبنم ہو یا کہ ہو گُل
اظہارِ غم کی صورت کس جا کہاں نہیں ہے؟

صف بستہ ذکرِ شہؑ میں تارے ہیں آسماں پر
اک دستۂ عزا ہے یہ کہکشاں نہیں ہے

ذکرِ حسینؑ لب پہ آنکھیں ہیں خشک واعظ!
لفظوں سے کھیلتا ہے کیوں دل تپاں نہیں ہے

نفطوں سے ہے فزوں تر اشکِ عزا کی قیمت
اس غم کو احتیاجِ لفظ و بیاں نہیں ہے

بزمِ عزائے شہ میں کیوں آئیں وہ غرض کیا؟
ایماں کے تذکرے میں ذکرِ بتاں نہیں ہے

اِن آنسوؤں سے یارو! دھلتی ہے فردِ عصیاں
اشکِ عزا سے واقف پیرِ مغاں نہیں ہے

نکھرے ہوئے گلوں کے لب پر یہی سخن ہے
باغِ عزائے شہ کو خوفِ خزاں نہیں ہے

مصیبت ہو اگر لے نامِ عباسؑ دلاور کا
جو ہو مشکل تو مشکل کشائی کام حیدرؑ کا
اگر اے بندۂ عاصی تو عقبیٰ میں بھلا چاہے
تو ہو جا! پانچ کا، بارہ کا، چودہ کا، بہتّر کا

سعید جونپوری

بادبان

گلزارِ فاطمہؑ کو خوفِ خزاں نہیں ہے
مرجھائے کوئی غنچہ اس کا گماں نہیں ہے
آغوشِ فاطمہؑ کیا اِک گلستاں نہیں ہے؟
اُس کا حبیبِؐ داور کیا باغباں نہیں ہے؟
گودی میں سیّدہؑ کی حسنینؑ جلوہ گر ہیں
عصمت کے آسماں پر کیا کہکشاں نہیں ہے؟
مسرور کر دیا ہے مولودِ نو نے سب کو
عصمت کدے میں کس پر حق مہرباں نہیں ہے؟
جھولا جھلا رہے ہیں کس شوق سے فرشتے
کیا شانِ بندگی کی اس سے عیاں نہیں ہے
محبوبِ کبریا کو دیکھا ہے ناز اُٹھاتے
دنیا سے اب فضیلت اس کی نہاں نہیں ہے
منبر سے خود اتر کر کس نے اسے اٹھایا؟
یہ مُستند خبر ہے کچھ داستاں نہیں ہے

مسجد میں ہیں پیمبرؐ اور پشت پہ ہے بچہؑ
تاریخ میں یہ منظر کیا ضوفشاں نہیں ہے؟

فطرس کے بازوؤں کی پرواز کہہ رہی ہے
کب اس کے دسترس میں نظمِ جہاں نہیں ہے

یہ ہے رسولِؐ حق سے اس سے رسولِؐ حق ہیں
اس امر میں سوالِ وہم وگماں نہیں ہے

نانا کی تربیت کے جوہر دکھائے اس نے
ہے عزم کی روانی یہ خوں رواں نہیں ہے

دیکھے ہیں اس نے تیور مولائے دو جہاں کے
اس کی نظر میں کچھ بھی سود و زیاں نہیں ہے

کی حق کی پاسبانی کیا خوب کربلا میں
اب حق کے دل میں کچھ بھی خوفِ خزاں نہیں ہے

وہم وگماں کی باتیں سب ہو گئی ہیں باطل
کیا منزلِ یقیں پر اب کارواں نہیں ہے؟

شیرینیٔ اجل کو قاسمؑ سے کوئی پوچھے
اب تلخ زندگی کا نام و نشاں نہیں ہے

اسلام کہہ رہا ہے یہ ہیں ہمارے بازو
زینب کے بازوؤں میں یہ ریسماں نہیں ہے

پیغام مل رہا ہے یہ زندگیٔ نو کا
آغشتہ خاک وخوں میں گر یہ جواں نہیں ہے

کس کو بنا کے قیدی دی ہے مہار تو نے
اے ناشناس دنیا! یہ ساربان نہیں ہے

اعلان ہو رہا ہے ظالم کی بزدلی کا
ہاتھوں یہ شاہِ دیں کے یہ بے زبان نہیں ہے

ہیں ایک سو چہتّر جب گنیے تو ہیں بہتّر
یہ امرِ واقعی ہے حسنِ بیاں نہیں ہے

زینب کے سر کی چادر اسلام ڈھونڈتا ہے
کشتی پھنسی ہوئی ہے اور بادبان نہیں ہے

ہم نے سعید پایا یہ درس کربلا سے
اظہارِ حق کی خاطر مرنا گراں نہیں ہے

تشنگی کل ہے فسانہ لبِ دریا پہ رواں
اب بھی طوفانوں میں گونجی ہے صدائے عباسؑ
قطرہ قطرہ ہے لئے مشک و علم کی تصویر
نقش ہو جو سدا کے دلوں پہ ہے وفائے عباسؑ

سہیل

انقلاب

خدا کا نور اک چمکا محمدؐ کے گھرانے میں
کرن پھوٹی حقیقت کی وفا کے کارخانے میں
وہ دیکھو جھوم کر کہتی ہے بلبل آج گلشن میں
"حسین ابنِ علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں"
پئیں اب میخوار جی بھر کے خوشی کا دور پھر آیا
ہوا مصروف دیکھو ساقیِ کوثر پلانے میں
اطاعت رب کی تھی جب تو حضوری میں ہی سرور کی
مزاج جبریلؑ کو آتا رہا جھولا جھلانے میں

ٹھکانہ ہے کہیں دستِ خدا کے زور و بازو کا
تکلف ہی نہ تھا کوئی درِ خیبر اٹھانے میں

تری نظرِ کرم سے ہی ملے فطرس کو بال و پر
کمی کس بات کی مولا رہی تیرے خزانے میں

رہے گا تا قیامت یوں فسانہ شاہِ عالم کا
بہتّر سرخیاں بھر دی ہیں سرور نے فسانے میں

کسے معلوم تھا آئے گا اک دن انقلاب ایسا
علیؑ کی بیٹیاں بھی جائیں گی یوں قید خانے میں

علی اصغر نے یہ اُمت کی بخشش کا کیا ساماں
کہ رحمت مسکرا اٹھی ذرا سا مسکرانے میں

اٹھائی لاش بیٹے کی پدر نے یا علیؑ کہکر
عجب مشکل پڑی تھی لاشۂ اکبرؑ اٹھانے میں

ترے غم سے قوی ہے میرا دل مولا مرے مولا!
کہ جینے کا مزا ملتا ہے کچھ آنسو بہانے میں

سلیلؔ اب کان میں کہتا ہے کوئی صبر آ آ کر
چھپی ہے دولتِ ہر دو جہاں دل کے خزانے میں

بافیض ہے وہ ذاتِ گرامی تیری
ایمان کی ضامن ہے سلامی تیری
شاہانِ جہاں خادمِ ادنیٰ تیرے
شاہی سے بھی برتر ہے غلامی تیری

احسان امروہوی

اربابِ حق

سرفراز جانی

صدقے حسینؑ! تیرا یہ حرم کہاں نہیں ہے؟
جو صاحبِ نشاں تھے، اُن کا نشاں نہیں ہے
کب ذکر تیرا آقا! تسکینِ جاں نہیں ہے؟
"کب نام تیرا مولا! وردِ زباں نہیں ہے"
کیا مجلسِ حسینی جنّت نشاں نہیں ہے؟
کوثر چھلک رہا ہے اشکِ رواں نہیں ہے

چپ ہیں اگر زبانیں اوراق تو ہیں شاہد
مانا! کہ یہ زمانہ تاریخ داں نہیں ہے

لب پر حسینؑ ہی ہیں دل میں حسینؑ ہی ہیں
جس میں نہ ہو یہ شامل وہ داستاں نہیں ہے

کانٹوں نے ہر قدم پہ رہ رہ کے راہ روکی
گلشن میں شاخِ گل پہ کب آشیاں نہیں ہے؟

شبیرؑ نے پڑھی تھی یہ وہ نماز ہے کب؟
اکبرؑ نے جو کہی تھی یہ وہ اذاں نہیں ہے

مسجد ہو یا کہ منبر میداں ہو یا کہ زنداں
اربابِ حق کا اے دل! کب امتحاں نہیں ہے؟

غم کی لطافتوں کو اہلِ وِلا ہی جانیں
اے آتشِ مودّت تجھ میں دھواں نہیں ہے

معجز بیانیوں سے تیری جہاں ہے حیراں
قرآں کی آیتیں ہیں تیرا بیاں نہیں ہے

کیا رنگ لا رہا ہے تیرے لہو کا پرتو!
کیا سرخیِ شفق میں تیرا نشاں نہیں ہے؟

جس پاک سرزمیں پر نقشِ قدم ہیں تیرے
کیا وہ زمیں رشکِ ہفت آسماں نہیں ہے؟

اے سرفراز مشکل ہوں گی کبھی نہ آساں

نامِ حسینؑ جب تک وردِ زباں نہیں ہے

وہ ہوگا اور گھر کوئی جہاں جاتا نہیں کوئی

وہ ہوگا اور در کچھ بھی جہاں پاتا نہیں کوئی

نکل کر راہیوں سے چل ہمارے مولا کی چوکھٹ پر

جہاں سے ہاتھ خالی لوٹ کر آتا نہیں کوئی

حسین بھائی نظر

شعور جونپوری

نظامِ زندگی

دل وجانِ نبیؐ کی آج آمد ہے زمانے میں

"حسینؑ ابنِ علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں"

کریں گی کام تلواروں کا جس نے خون کی دھاریں

سنا ہے اُس بلی کی آج آمد ہے زمانے میں

فرشتے بھی لرز اُٹھیں گے جس کے کارناموں سے
اِک ایسے آدمی کی آج آمد ہے زمانے میں

جو طوفانِ اجل کو روک لے گا اپنی چھاتی پر
اُسی شبیرِ جری کی آج آمد ہے زملنے میں

خدا کی راہ میں جو اپنا سارا گھر لٹا دے گا
اُسی مردِ سخی کی آج آمد ہے زمانے میں

یہ عقدہ اب کھلے گا زندگی کی حد کہاں تک ہے
حیاتِ دائمی کی آج آمد ہے زمانے میں

مدارج بندگی کے اب زمانے پر عیاں ہوں گے
کمالِ بندگی کی آج آمد ہے زملنے میں

جہالت سے کہو ڈیرے اٹھا لے صحنِ عالم سے
کہ علم و آگہی کی آج آمد ہے زملنے میں

جمالِ ایزدی کی آج آمد ہے زملنے میں
جلالِ سرمدی کی آج آمد ہے زمانے میں

شجاعت جھومتی ہے وجد کے عالم میں رہ رہ کر
شجاعت کے دھنی کی آج آمد ہے زمانے میں

مسرّت سے کھلی جاتی ہیں باچھیں آدمیت کی
وقارِ آدمی کی آج آمد ہے زمانے میں

فنا ہو جائیں گی تاریکیاں بزمِ تمدّن کی
اِک ایسی روشنی کی آج آمد ہے زمانے میں

کہاں ہیں رہبرانِ وادیٔ ماضی و مستقبل؟
شعورِ رہبری کی آج آمد ہے زمانے میں

شعورِ انساں سے کہہ دو آ کے طرزِ زندگی سیکھے
نظامِ زندگی کی آج آمد ہے زمانے میں

تمہیں یارو! غدیرِ خم کا میداں یاد تو ہوگا!
پیمبر کی زبانی حکمِ یزداں یاد تو ہوگا!
جسے مولا کہا تھا اور مبارکباد بھی دی تھی!
تمہیں وہ شیرِ یزداں شاہِ مرداں یاد تو ہوگا!

حسین بھائی نمبر

انور افسر شعورؔ

غمِ معتبر

تمھیںؑ کو معتبر پایا زمانے نے، زمانے میں
ہر اک مشکل کشائی میں ہر اِک بگڑی بنانے میں
حسینؑ ابنِ علیؑ ہی کی ثنا خوانی نظر آئی
ہر اک رُوداد میں، ہر داستاں میں، ہر فسانے میں
مِرے مولا! تمھارے ہی لہو کی شمع روشن ہے
ہر اک ایوان میں، ہر قصر میں، ہر آشیانے میں
تمھاری ہی تو نکہت ہے، تمھاری ہی تو رنگت ہے
ہر اِک غنچے میں، ہر موتی میں، ہر آئینہ خانے میں
شعورؔ! ان کی ثنا ہر زاویے سے لازمی ٹھہری
ہر اِک دیوان میں، ہر زمزمے میں، ہر ترانے میں

صابر

شہیدِ کربلا

نہ کیوں کامل ہدایت آج ہو سارے زمانے میں
مکمل پنجتن ہیں آج احمدؐ کے گھرانے میں

نرالی بات ہے اے کربلا! تیرے فسانے میں
وفا کو لطف آتا ہے جفا کو آزمانے میں

حسینی غم کی دولت ہے میرے دل کے خزانے میں
نہ کیوں آنکھوں کو آئے لطف آنسو کے بہانے میں

شہادت مسکرائے کیوں نہ پھر آغوشِ احمدؐ میں
"وہ حسینؑ ابن علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں"

شہیدِ کربلا ہی بس بتا سکتے ہیں دنیا کو!
مصیبت پیش جو آتی ہے وعدے کے نبھانے میں

کسی کے غم میں روتے ہیں خدارا ہم کو رونے دو!
ہنسو اگر لطف آتا ہے تمہیں ہنسنے ہنسانے میں

تعجب کیوں ہے دنیا کو مقدر جو میرا پلٹا
انہیں کچھ دیر ہی لگتی نہیں بگڑی بنانے میں

شجاعت، صبر و ہمت حلم و خودداری وفاکیشی
حسینؑ ابن علیؑ کیا کچھ نہیں تیرے خزانے میں
وہ کیا زحمت تھی خیبر کی بھلا جس کے مقابل ہیں
جو زحمت پائی شہ نے لاش اصغر کے اٹھانے میں
ملا ہے کربلا کے میکدے سے غم کا پیمانہ
یہ ساغر کام دیتا ہے غم دنیا بھلانے میں
بہانہ ڈھونڈتی پھرتی ہے رحمت اے گنہگارو!
بہانہ ہے نرالی شان کا آنسو بہانے میں
قدم لرزیں نہ کیوں مولا مرے پھر تیری چوکھٹ پر
نظر عرشِ بریں آتا ہے تیرے آستانے میں
یہ بحرِ غم ہے اس میں ڈوبنا ہی پار جانا ہے
مجھے پھر کیوں نہ لطف آئے گا کشتی کو ڈبانے میں
کسی کے نام پر بس خود بخود لعنت برستی ہے
کسی کے نام پر صلوٰۃ آتی ہے زمانے میں
رسالت بھی، امامت بھی، وصایت بھی شہادت بھی
خدا شاہد خدائی بھی ملے گی اس گھرانے میں

تری چوکھٹ پہ صابرؔ کیوں نہ رگڑے اپنی پیشانی
بلا کا لطف ملتا ہے مقدر آزمانے میں

مولانا صفدر حسین صفدرؔ

خاکِ شفا

سواری آئی ہے بادِ بہاری کی زمانے میں
صبا ہے رقص میں مصروف کلیاں مسکرانے میں

محبت ہی محبت ہے اگر پھولوں کے ہنسنے میں
مسرت ہی مسرت ہے عنادل کے ترانے میں

وہ دریا کی سبک رفتار وہ عکسِ گلِ رنگیں!
ہے لطف اندوز فطرت اپنی صنّاعی دکھانے میں

نمائش کے لئے گلشن میں فطرت نے سجائے ہیں
درخشندہ جواہر وہ جو تھے اس کے خزانے میں

سحر کے وقت کیا شبنم نے فیّاضی دکھائی ہے
گلوں کے حسنِ دل افروز پر موتی لٹانے میں

ہر ایک بوٹا کمالِ حسنِ قدرت کا ہے آئینہ
وہ صنّاعی ہوئی ہے صرف یکتائی دکھانے میں

خوشی ہے جشن ہے ساقی ہے بادہ ہے صراحی ہے
مزا ہے درحقیقت اس گھڑی پینے پلانے میں

وہ مے دینا جسے آدمؑ صفی اللہ پیتے تھے
جو ہے مشہورِ عالم دل کو آئینہ بنانے میں

چلی پھر انبیاءؑ کی بزم میں قدرت کے ہاتھوں سے
جو ہے یکتا متاعِ ہوش کی قیمت بڑھانے میں

کھنچی ہے جو حجابِ قدس میں منشائے قدرت سے
جو لاثانی ہے شمعِ معرفت کی لو بڑھانے میں

بفضلِ حق ہے جس پر چادرِ تطہیر کا سایہ
جو ہے تنویرِ ایماں قلب کی ظلمت مٹانے میں

وہ دے خاکِ شفا کے جام میں حسنؑ مے کو پیتے ہیں
وہ مے جو ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کے بادہ خانے میں

زباں پر کس کا نام آیا کہ آنکھوں میں نمی آئی
کہ جس کے فیض سے ہے دینِ حق ابتک زمانے میں

مبارک ہو مبارک آج وہ آیا زمانے میں
ہے شامل داستانِ کربلا جس کے فسانے میں
وہ آیا حضرتِ آدمؑ سے لے کر عصرِ خاتمؐ تک
بیاں ہوتی رہی توصیف جس کی ہر زمانے میں
فَدَینٰاہُ بِذِبحٍ کا یہی ہے مقصد و مرجع
اسی نے جان دی ہے دینِ خالق کے بچانے میں
گھٹائیں کفر کی اٹھیں گی جب اسلام کی ضد میں
یہی مصروف ہوگا شمعِ دینِ حق جلانے میں
حفاظت دینِ حق کی اپنے ذمہ لیکے آیا ہے
لگا دے گا یہ بازی جان کی حق کو بچانے میں
اسی کے واسطے خیاطِ بن کر آئے گا رضواں
کریں گے فخر جبریلؑ امیں جھولا جھلانے میں
یہی وہ ذاتِ اقدس ہے کہ جس کا غم عبادت ہے
ثوابِ اُخروی ملتا ہے رونے میں رُلانے میں
فضائل سن کے بھی آنسو ٹپک پڑتے ہیں آنکھوں سے
نہیں معلوم کتنا درد ہے اس کے فسانے میں

دعا ہے خالقِ ارض و سما سے اب یہ صفدرؔ کی
نسیمِ جرأت و ہمت چلے پھر سے زمانے میں

ضیاؔ

وحیِ حق

گذر جاتی ہیں صدیاں اِک حکومت کے بنانے میں
مگر دو دن نہیں رہتی ہے وہ ظالم گھرانے میں
بنی ہے بے بنائے جو حکومت آلِ طٰہٰ کی
رہے گی اہلِ دل پر حشر تک وہ ہر زمانے میں
جہاں سے تنگ آ کر ہم خدا کو بھول ہی جاتے
ملیں تسکینِ دل کی صورتیں شہ کے فسانے میں
رضائے حق نہ ہو جس میں نہ تھا ایسا عمل کوئی
رہے پابندِ وحیِ حق محمدؐ ہر زمانے میں
نبیؐ سجدے میں ہیں شبیرؑ بیٹھے پشتِ اطہر پر
بڑا لطف آیا احمدؐ کو خدا کے ناز اٹھانے میں

محمدؐ کا لہو جس کی رگوں میں تھا وہی سرورا
نہ شرم آئی مسلمانوں کو! اس کا خوں بہانے میں

نبیؐ کی دوش پر شبیرؑ ہیں اور ہاتھ میں گیسو
سواری یا سوار ایسے نہیں دیکھے زمانے میں

نبیؐ کی شکل والا لال دنیا سے ہوا رخصت
بڑی مشکل پڑی شبیرؑ کو میّت اٹھانے میں

نمازِ پنجگانہ ہم نے آسانی میں بھی چھوڑی
نمازِ شب پڑھی دیکھو کسی نے قید خانے میں

کیا شہ نے اشارہ زیرِ خنجر بھی یہ زینب کو
بڑی ہے اہمیت پردے کی زہراؑ کے گھرانے میں

ضیاؔ اس نورِ انور کی ہے جو عالم منوّر ہیں
وہ حسینؑ ابنِ علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں"

ظریف جبلپوری

نگاہِ منتظر

"حسینؑ ابنِ علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں"
اضافہ ہوگا رنگینی کا اسلامی فسانے میں
ولادت کی خوشی تو ہے محمدؐ کے گھرانے میں
مگر آنسو بھی نکلے آرہے ہیں مسکرانے میں
ملا ہے تیسری شعبان کو یہ تیرا گوہر
ابھی تو ہیں دُرِ نایاب قدرت کے خزانے میں
نبیؐ و فاطمہؑ، شیرِ خدا، شبرؑ بہت خوش ہیں
مگن ہیں حضرتِ جبریلؑ بھی جھولا جھلانے میں
نبیؐ کو آکے جبریلِ امیں مژدہ سناتے ہیں
یہ بچہ محسنِ اسلام ہوگا اِک زمانے میں
بہارِ باغِ جنت جس کی قسمت میں بھی لکھ دیگا
وہ راتوں رات آئیگا قفس سے آشیانے میں
کبھی فطرس کو پر دے گا کبھی راہب کو نو بیٹے
یہ وہ ہے جس کو دخل ہے خدا کے کارخانے میں

وہاں بے آب و دانہ قتل ہوگا پھر بھی جائے گا
نہ جانے کیا کشش ہے کربلا کے آب و دانے میں

یہ وہ ہے جس کا اک بے شیر بچہ شیر دل ہوگا
مزا آئے گا اُس کو تیر کھا کر مُسکرانے میں

سمجھتی تھیں کہ ریگِ گرم ہوگی اور یہ بچہ
کسر باقی نہ رکھتی فاطمہؑ نے نازِ اٹھانے میں

جنہوں نے دینِ احمدؐ کو بگاڑا وہ بھی قائل ہیں
انہیں کا ہاتھ ہے اسلام کی بگڑی بنانے میں

حسینؑ ابنِ علیؑ کی اس زمانے میں ضرورت ہے
حسینؑ ابنِ علیؑ اے کاش ! ہوتے اِس زمانے میں

الٰہی بھیج دے ! اب تو ہمارا بارہواں ہادی
کہ اک دنیا مخلِ ہونے لگی رونے رُلانے میں

نگاہِ منتظر پتھرا گئی کیسی قیامت ہے
خدایا ! اور کتنی دیر ہے اب اُن کے آنے میں ؟

مظفر حسن زیدی ظفرؔ جونپوری

اُسوۂِ حسینی

بجلی جسے جلا دے وہ آشیاں نہیں ہے
تنکوں میں اُس کے روحِ گلشن نہاں نہیں ہے
اُس کی رگوں میں خونِ غیرت رواں نہیں ہے
بربادیوں پہ اپنی جو شادماں نہیں ہے
مقصد کی سربلندی ہے آبروئے انساں
سر دے کے بھی یہ سودا ہرگز گراں نہیں ہے
سرمایۂ عمل ہے سوزِ نہاں کا عالم
دشواریوں کا کوئی چرچا یہاں نہیں ہے
پیشِ نظر ہے منزل، دل میں ہے ایک طوفاں
بس! اور کوئی منظر جلوہ کناں نہیں ہے
احساس کی رگوں پر نشتر زنی ہے پیہم
اخلاص کی نظر میں سود و زیاں نہیں ہے
صبحِ یقیں کا جلوہ ہے بارگاہِ دل میں
آنکھوں کو اعتبارِ وہم و گماں نہیں ہے

دنیائے بیوفا میں اعلانِ حق کے آگے
ناطاقتی سے بڑھ کے تاب و تواں نہیں ہے

باطل کی خودسری کا انجام ہے حقارت
کب حق کی دِل کشی کا سکہ رواں نہیں ہے؟

آیا جو نام حق کا یاد آئی ایسی ہستی
جو کربلا میں وقفِ وہم و گماں نہیں ہے

کیا باغِ فاطمہؑ کا رشکِ جناں نہیں ہے؟
کیا اس کا ہر شگوفہ خود گلستاں نہیں ہے؟

ہے آج اس کی آمد جو ہے سبھی کو پیارا
کون آج سیدہؑ کے گھر شادماں نہیں ہے؟

کیا اس کے واسطے سے بخشی گئیں خطائیں؟
فطرس کے رنج سے غم کی حالت عیاں نہیں ہے

سجدے کو طول دینا یہ صاف کہہ رہا ہے
پشتِ نبیؐ پہ ہونا اس کا گراں نہیں ہے

وہ عیدؐ، وہ مدینہ، وہ مصطفےٰؐ کے گیسو!
کیا اب بھی مٹھیوں میں نظمِ جہاں نہیں ہے؟

میدانِ کربلا میں کہتی ہے اس کی جرأت
میری نظر میں کچھ بھی یہ امتحاں نہیں ہے!

اس قلبِ پُر سکوں پر حیرت ہے دو جہاں کو
ہاتھوں پہ جیسے لاشِ غنچہ دہاں نہیں ہے

مقصد یہ میں لگا ہیں پروا نہیں عطش کی
تشنہ دہاں ہے لیکن تشنہ دہاں نہیں ہے

اکبرؑ کی نوجوانی کہتی ہے کھا کے خنجر
اس موت سے زیادہ دلکش جہاں نہیں ہے

عباسؑ ہوں کہ قاسمؑ سجادؑ ہوں کہ زینبؑ
کس سے حسینیت کا مقصد عیاں نہیں ہے؟

اس دکھ بھرے جہاں میں سوچو تو اے ظفر تم!
کب اسوۂ حسینی راحت رساں نہیں ہے؟

عالی جونپوری

تعمیرِ دین

چرچا یزیدیت کا کس پر گراں نہیں ہے؟
شہرہ حسینیت کا کس جا کہاں نہیں ہے؟

تعمیرِ دینِ حق کا یہ انہماک دیکھو!
اکبرؑ کی لاش اٹھانا دل پر گراں نہیں ہے

مومن کی رہبری کو نقشِ قدم علیؑ کا
دیکھا وہیں یہ روشن، سوچا جہاں نہیں ہے

خاکِ قدم انھیں کی خاکِ شفا بنے گی
فطرس کے بال و پر سے کیا یہ عیاں نہیں ہے؟

عروج بجنوری

ناخدائے کشتیِ اُمت

ولادت آج اُس کی ہے محمدؐ کے گھرانے میں
کہ جس کا تذکرہ سب سے سِوا ہو گا زمانے میں

پلائی جا رہی ہے مہر و مہ کے آبگینوں سے
جو اس دن کے لیے ہی تھی ازل کے بادہ خانے میں

مُرادیں مانگنے والو! حدوں کو توڑ کر مانگو!
کمی کا کیا تصور آلِ احمدؐ کے خزانے میں

فرشتوں کا نیازِ انکسارانہ تو اِک جانب
رسول اللہ ہر دم مستعد ہیں ناز اٹھانے میں

ہمیں اُن طائروں سے کیا تعلق ہے جو رہتے ہیں
کبھی اِس آشیانے میں کبھی اُس آشیانے میں

تیری دانشوری کو کیا کہوں اے زاہدِ ناداں!
تو اپنا ظرف کھو بیٹھا مرا ظرف آزمانے میں

شہیدِ کربلا نے کربلا میں وہ سبق چھوڑا
زمانہ جس کو دہراتا رہے گا ہر زمانے میں

نہ جانے کیوں زمانے کو بڑی تکلیف ہوتی ہے
کسی کا نام لے کر آنکھ سے آنسو بہانے میں

حسینؑ ابن علیؑ سا ناخدائے کشتیِ امت
نہ آیا تھا نہ آیا ہے نہ آئے گا زمانے میں

عروجؔ اُس کی حقیقت دونوں عالم میں مسلّم ہے
حسینی داستاں کا رنگ ہے جس کے فسانے میں

عزتؔ لکھنوی

حرزِ جاں

سبطِ نبیؐ ترا غم کب حرزِ جاں نہیں ہے؟
کب نام تیرا مولا! وردِ زباں نہیں ہے؟

ایماں تو ہی ہے اپنا کچھ شک یہاں نہیں ہے
عصمت میں مصطفیٰؐ کی ہم کو گماں نہیں ہے

پوچھو یہ اپنے دل سے ڈالے ہیں کتنے پردے
دیکھو میری نظر سے جلوہ کہاں نہیں ہے؟

ہم اُن کے مقتدی ہیں بھیجا ہے جن کو حق نے
گمراہ رہبروں کا یہ کارواں نہیں ہے

اِترا رہا ہے کیا کیا تو لن ترانیوں پر
اے شیخ! میرے منہ میں گویا زباں نہیں ہے!

مشکل میں مصطفےٰ کی کام آئے بس تو! حیدرؑ
تاریخ ہے یہ تنہا میرا بیاں نہیں ہے

اپنوں کا ذکر ہی کیا غیروں کے بھی دلوں میں
سبطِ نبیؐ وہاں ہے کوئی جہاں نہیں ہے

شبیرؑ کا لہو ہے اسلام کی رگوں میں
اب حشر تک نہ کہنا! اس تن میں جاں نہیں ہے

اللہ رے ریاضت! صدیاں گذر گئیں ہیں
گلشن مہک رہا ہے گو باغباں نہیں ہے

جو ہے دلوں میں سب کے وہ ہے زباں پہ میری
کچھ مختلف کسی سے اپنا بیاں نہیں ہے

اپنی نظر ہے در پہ بس آلِ مصطفےٰ کے
اپنی جبیں کے لائق ہر آستاں نہیں ہے

آتا ہے کربلا میں اسلام کا محافظ
جذبات کی کوئی رَو اب درمیاں نہیں ہے

جس میں نہ ہو تصوّر ہمشکلِ مصطفےٰ کا
کہہ دو یہ اہلِ حق سے اب وہ اذاں نہیں ہے

مولا کے مدح خواں کو کیا کیا شرف ملے ہیں
سُونی وہ انجمن ہے عزّت جہاں نہیں ہے

عزم جونپوری

کردار ساز

نبیؐ ہیں منہمک اک خاص محفل کے سجانے میں
یہ ہے کس محسنِ اسلام کی آمد زمانے میں

خوشی ہے آج وحدت کو نبوت کو امامت کو
اب اس سے بڑھ کے کیا ہوگا خوشی کا دن زمانے میں

حسینؑ آئے تو یوں چمکے منارے قصرِ وحدت کے
کسی نے جیسے سورج رکھ دیا آئینہ خانے میں

حسینؑ آئے نبوت کی رگِ جاں میں لہو دوڑا
کہ جیسے مہر چمکا روشنی پھیلی زمانے میں

حسینؑ آئے امامت شکر کے سجدے لگی کرنے
کہ اب ہو گی سہولت سرمدی جوہر دکھانے میں

کتابِ کُن میں جو بابِ حیاتِ جاودانی تھا
ہوا ہے آج شامل دینِ احمدؐ کے فسانے میں

نہیں احساسِ غمِ شہ کو پسر کی لاش اٹھانے میں
ابھی مصروف ہیں اسلام کی بگڑی بنانے میں

ہزاروں تبصرے دنیا نے نظم و نثر میں لکھے
کشش کتنی ہے اے ابنِ علیؑ تیرے فسانے میں

کسی اِک شخصیت پر یا کسی موضوعِ عالم پر
ادب اتنا کہیں ڈھونڈے نہ پاؤ گے زمانے میں

سرِ پشتِ نبیؐ یہ کون تھا مُہرِ نبوّت پر
کہ لطف آیا نبیؐ کو مدتِ سجدہ بڑھانے میں

اذاں دی تھی شبیہِ مصطفےٰ نے روزِ عاشورہ
صدائے بازگشت آتی ہے اب تک پنجگانے میں

یہاں ششماہے میں بھی صبر کی بھرپور طاقت ہے
یہ تھا اعلان مضمر تیر کھا کر مسکرانے میں

نبی زادے نے یوں کی تربیت احساسِ لشکر کی
کہ ہر ہر فرد کو لطف آ رہا تھا زخم کھانے میں

اجل کے دام میں آ کر بھی ایسے مطمئن تھے سب
کہ جیسے مطمئن طائر ہو اپنے آشیانے میں

مسیحائی کا جوہر جس پہ عیسیٰ ناز کرتے تھے
اُسی جوہر کا مخزن ہے حسینی آستانے میں

زبانِ معترض کو گنگ کر دے وہ سیاست تھی
سرِ میداں اجل کی زد پہ ششماہے کو لانے میں

عدو حیران و ششدر تھے کہ ظلم و جور کی شدت
مُمِد ہوتی ہے فوجِ شاہ کی ہمت بڑھانے میں

یزیدیت مٹی انساں جاگا دینِ حق بچا
یہی مقصودِ فرزندِ نبی تھا گھر لٹانے میں

جو دم بھر میں بدل دے فطرتِ انساں کی ہیئت کو
بتاؤ ہے کوئی کردار ساز ایسا زمانے میں؟

طبیعت حُر کی بدلی وھبِ کلبی کا چلن بدلا
یہ سب کچھ ہو گیا بس چند کلمے لب تک آنے میں
تراشے ایسے ہیرے کربلا میں ابنِ زہراؑ نے
مثال ان کی نہیں ملتی مدینے کے خزانے میں
گرایا شام کے مندر میں زندہ بُت کو عابدؑ نے
نہ ہتھکڑیاں بھی حائل ہو سکیں اس کو گرانے میں
کرو کیوں جستجو غیروں کی محفل میں صداقت کی
ملے گی وہ فقط آلِ محمدؐ کے گھرانے میں
بہتّر منتخب گوہر لُٹے جو روزِ عاشورہ
اُسی دن کے لئے رکھّے تھے قدرت نے خزانے میں
تو ہم بھی دیکھتے کس بل زمانے کی سیاست کا
اگر ہوتا محمدؐ کا نواسا اس زمانے میں
غمِ سرور سے جو ہیں نابلد اے عزمؔ کیا جانیں
کہ ملتا ہے ہمیں کتنا مزہ آنسو بہانے میں

سید سعادت حسین فضاؔ جلالوی

باغِ جناں

زہراؑ کا گھر ہے نامِ مشرک جہاں نہیں ہے
جو بُت کدہ رہا تھا یہ وہ مکاں نہیں ہے

شبیرؑ سے علیؑ کا رتبہ سوا ہے لیکن
نانا نہیں نبیؐ سا زہراؑ سی ماں نہیں ہے

سجدے میں ہیں پیمبرؐ ہے پشت پر نواساؑ
شبیرؑ اس جگہ ہے حیدرؑ جہاں نہیں ہے

پہنچے جو کربلا میں کہنے لگیں بہاریں
اس گلستاں سے بڑھ کر باغِ جناں نہیں ہے

اپنا ہے یہ عقیدہ شبیرؑ تیری بابت
تو مہرباں نہیں گر حق مہرباں نہیں ہے

کب مہرباں ان پر ربِ جہاں نہیں ہے
ربطِ حسینؑ و خالق کس پر عیاں نہیں ہے

راہب نے حبیبِ نبیؐ سے کی عرض، لاولد ہوں!
کوئی چراغ آقا! بہرِ مکاں نہیں ہے

سنتے ہی یہ نبیؐ نے، اللہ سے دعا کی
جبریلؑ نے خبر دی، مرضی یہاں نہیں ہے
اتنے میں آکے بولے شبیرؑ مصطفےٰؐ سے
رُخ پر شگفتگی کیوں اے ناناؐ جاں! نہیں ہے
کہنے لگے پیمبرؐ، اے میرے دل کی راحت!
تم سے بیان کردوں ایسا بیاں نہیں ہے
تم کو بھی رنج ہوگا، تم کیا کروگے سُن کر
راہب کے حق میں حکم ربِّ جہاں نہیں ہے
کی تھی دعا کہ یارب! فرزند اسے عطا کر
بحرِ عطائے خالق، اس دم رواں نہیں ہے
شبیرؑ اتنا سُن کر بیٹھے دعا کی خاطر
اب وہ خیالِ ربِّ کون و مکاں نہیں ہے
ناناؐ یہ کہہ رہے ہیں، شبیرؑ مان جاؤ!
ضد اُس کے آگے اچھی اے میری جاں نہیں ہے!
حکم آیا، اے محمدؐ! شبیر کو نہ روکو!
خالق نہ جس کو مانے یہ وہ زباں نہیں ہے

کہنا پڑا فضا کو تعریفِ شاہِؑ دیں میں
شبیرؑ کی تنزل کے قابل زباں نہیں ہے

سیّد کرار حیدر کرار جونپوری

مطلعِ عبادت

عترت کی مدح میں جو رطب اللساں نہیں ہے
حق تو یہ ہے نبیؐ کا وہ رتبہ داں نہیں ہے

سردارِ خلد سے ہو نسبت نہ دل کو جس کے
قسمت میں اُس بشر کی سیرِ جناں نہیں ہے

اپنا لیا ہے جب سے آلِ نبی کے غم کو
واقف غمِ جہاں سے قلبِ تپاں نہیں ہے

شبیرؑ ہیں نبیؐ سے شبیرؑ سے نبیؐ ہیں
قولِ رسول حق ہیں جائے گماں نہیں ہے

اے مطلعِ عبادت اے مقطعِ شہادت
امکانِ نظمِ ہستی بے تیرے ہاں نہیں ہے

قاصر ہے نطقِ انساں کچھ یوں تری ثنا سے
اہلِ زباں کے منہ میں گویا زباں نہیں ہے

دل میں تجھے بسا کر ہم مطمئن ہیں ورنہ
دشمن زمیں نہیں ہے یا آسماں نہیں ہے

وہ دل بھی کوئی دل ہے جس میں نہ ہو ترا غم
وہ آنکھ کیا ہے جس سے آنسو رواں نہیں ہے

انسانیت کو آقا! اب تک ہے ناز تجھ پر
دنیا میں نام لیوا تیرا کہاں نہیں ہے؟

شادی ہو یا غمی ہو ماتم ہو یا خوشی ہو
کب نام تیرا مولا! وردِ زباں نہیں ہے

تو مقصدِ شہادت روزِ الست سے تھا
یہ کثرتِ مصائب کچھ امتحاں نہیں ہے

اسلام کے چمن کو بخشی بہار ایسی
قائم زمیں ہے جب تک خوفِ خزاں نہیں ہے

درماں ہر اک مرض کا ہے خاکِ پاک جس کی
وہ تیرا آستاں ہے اور آستاں نہیں ہے

روضہ ترا ہے قائم دنیا کی رہبری کو
ظالم کا اِس جہاں میں باقی نشاں نہیں ہے
کرّار تجھ کو کیا غم وہ کارسازِ عالم
کب مہرباں نہیں تھا کب مہرباں نہیں ہے؟

عقیدت کا چمن کھلتا ہے اشکِ غم بہانے سے
بہارِ دائمی مضمر ہے رونے میں رلانے میں
نہ تاک اے دیدۂ باطل مودّت کے نشیمن کو!
بسیرا طائرِ سدرہ کا ہے اِس آشیانے میں

بہتّر رُخ سے اِک داغِ غمِ شبیرؑ روشن ہے
عجب رونق ہے میرے قلب کے آئینہ خانے میں
خدا شاہد کہ وہ نا آشنائے رسم الفت ہیں
جنھیں بدعت دکھائی دیتی ہے رونے رلانے میں

گوہر جونپوری

کمالؔ جبلپوری

آلِ اطہر

لگا دو آخری سرخی شہادت کے فسانے میں
"وہ حسینؑ ابن علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں"

مبارک جی کے مر جانے کی کہنہ رسم تو ٹوٹی
وہ آئے مر کے جو جینا سکھا دیں گے زمانے میں

خدا کا گھر صدف گوہر علیؑ زہراؑ ہیں اب اُس کی
اُسی گوہر کا گوہر آج آیا ہے زمانے میں

کٹایا سر کو سجدے میں اٹھایا سر کو نیزے پہ
یہ یکتائی ہے انکی سر جھکانے سر کٹانے میں

شریک محفلِ اقدس ہوں میں یہ ہے کرم ان کا
جنہیں سب بولتا قرآن کہتے ہیں زمانے میں

بقدرِ ظرف ملتی ہے محبت آلِ اطہر کی
وہ کیا سمجھیں جنہیں ہے بخل دو آنسو بہانے میں

کمالؔ ان کا قصیدہ اور تم لکھتے ذرا سوچو!
مدد مولا علیؑ نے کی ہے خامے کو اٹھانے میں

خدا کا یہ کرم ہم پر محمدؐ کے گھرانے میں
نجاتِ امتِ عاصی کا ہر ساماں اترا ہے
خدا کے گھر علیؑ اترے کمالِ ایمان ہے میرا
نبیؐ زادی کے گھر میں بولتا قرآن اترا ہے

گھائل میرٹھی

نمازِ دل

بہاروں نے کمر باندھی ہے گلشن کے سجانے میں
نسیمِ صبح ہے مصروف رنگیں گل کھلانے میں
صدا ہے صاف بالکل صاف قمری کے ترانے میں
"وہ حسین ابن علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں"
ہے مجمع حور و غلماں کا علیؑ کے آستانے میں
ولادت کی مسرت ہے پیمبرؐ کے گھرانے میں
وہ ہی انداز ہیں حیدرؑ کے بالکل آج سب وہ ہی
جو تھے تیرہ رجب پر مصطفےٰؐ کے مسکرانے میں

وہ آیا تیسرا نایاب گوہر منتقل ہو کر
مشیت کے خزانے سے امامت کے خزانے میں

سقیفہ جن کے پھل ڈھلتے تھے تیرے کارخانے میں
انہیں تیروں کا ترکش تھا یزیدیت کے شانے میں

وحی کے دل سے قائل تو پھر ہذیان کیا معنی ؟
کیا کچھ دوستوں نے حکم رب ضم اس بہانے میں

نہ پیغمبر سہی کچھ دوستی کی لاج رکھ لیتے
بڑی شے ہوتی ہے قبلہ جہاں داری زمانے میں

جلا کر چار تنکے آشیاں کے باغباں دیکھا
لگا رکھی ہے آگ اب چار تنکوں نے زمانے میں

ہمارے خون سے ہر عہد میں کھیلی گئی ہولی
کفن باندھے ہوئے سر سے رہے ہم ہر زمانے میں

فقط اک حبِّ حیدرؑ کے سبب حکم جلاوطنی
حکومت کا یہی مقصد تھا بوذرؑ کے ستانے میں

جو کل تک وقت کے ہمراہ دلجوئی میں شامل تھے
وہی ہیں آج سب گھر بنتِ احمدؐ کا جلانے میں

تھا مقصد اپنی مظلومی سے کل کا فائدہ کرنا
وگرنہ آل اُبو مر جاتے گھُٹ کر قید خانے میں

وہ سِن اور تشنہ لب، پھر تیر کھا کر مسکرا دینا
عجب کردارِ اصغرؑ ہے شجاعت کے فسانے میں

حرم میں سجدے کرتے ہیں بچھا کر جا نمازِ دل
نہ کیجیے دیر مولا! اپنے گھائل کو بلانے میں

متقی امروہوی

رنگِ دو عالم

صبا جلدی سے باہر ہے یہ خوشخبری سنانے میں
حسینؑ ابنِ علیؑ تشریف لائے ہیں زمانے میں

مدینہ طورِ سامان ہے، زمانہ ضو بداماں ہے
قمر اترا ہے گردوں سے محمدؐ کے گھرانے میں

فرشتوں پر فضیلت ہے عیاں اس جانِ احمدؐ کی
کریں جب فخر جبریلِؑ امیں جھولا جھلانے میں

مجسّم نورِ سرمد ہے سراپا حسنِ احمدؐ ہے
مچلتا ہے ابھی سے زورِ حیدرؑ اس کے شانے میں
ملک خیّاط بن کر آئے گا مولود کی خاطر
کرے گا فخر رضواں آپ کا ملبوس لانے میں
اسی مولود کے ہوں گے قدم مہرِ نبوت پر
نبیؐ کی قدر ہوگی دوش پر اس کو چڑھانے میں
زمیں پر کربلا معراج ہے عشقِ حقیقی کی
خدا نے بھر دیا رنگِ دوعالم اس فسانے میں
شہِ مرداںؑ کے بیٹے کا لقب شاہِ شہیداں ہے
یہی ہے بے بہا گوہر شہادت کے خزانے میں
کٹا جب فرقِ سرور ٹھوکروں پر تاج شاہی تھا
نہ گذرا وقت کچھ بھی خونِ شہؑ کے رنگ لانے میں
لگا جب تیر اصغرؑ کو ہوئی بخشش غلاموں کی
یہ اک پیغام تھا غنچہ دہن کے مسکرانے میں
غمِ سبطِ پیمبرؐ رستگاری کا بہانہ ہے
گنہ دھل جائیں گے یہ راز ہے آنسو بہانے میں

مبارک! متقی تم کو یہ مدحت ماہِ زہراؑ کی
تمہارا نام روشن ہوگا اب سارے زمانے میں

امام عصرِ شہ مشرقین آتے ہیں
علیؑ و فاطمہؑ کے نورِ عین آتے ہیں
یزیدیت کے مٹانے کے عین مقصد کو
کہو یزید سے جا کر حسینؑ آتے ہیں

ڈاکٹر شجاعت علی بیگ محبؔ حیدرآبادی

کربلائے معلّٰی

دنیا میں کربلا سے بہتر مکاں نہیں ہے
ان رفعتوں کا حامل خود آسماں نہیں ہے
کعبے پہ برتری دی خالق نے اس زمیں کو
جنت کا ہے یہ ٹکڑا اس میں گماں نہیں ہے

اس میں چمک رہے ہیں ٹکڑے دلِ نبیؐ کے
تجھ میں یہ حُسن ہرگز اے کہکشاں نہیں ہے
شہؑ کا طلائی گنبد ہے دور سے درخشاں
دنیا میں اتنا دلکش کوئی سماں نہیں ہے
عباسؑ کا ہے گنبد پہلو میں اس کے روشن
خود چاند آسماں پر یوں ضوفشاں نہیں ہے
دریا پہ کر کے قبضہ یہ شیر سو گیا ہے
روضے کے سامنے کیا آبِ رواں نہیں ہے
ہے کربلا میں ہر سُو دردو الم کا منظر
وہ ذرّہ کون سا ہے جو نوحہ خواں نہیں ہے
گنبد کو دیکھتے ہی کیوں کر بہیں نہ آنسو
کیا اس سے شاہِ دیں کی غربت عیاں نہیں ہے
چھ گوشے کیوں ضریحِ شہؑ کے نہ ہوں نمایاں
کیا شہ کے قرب ہی میں اِک نوجواں نہیں ہے؟
کیوں پاس خیمہ گہ کے اصغرؑ کی قبر ڈھونڈیں؟
سینہ پہ شاہ کے کیا وہ بے زباں نہیں ہے؟

اکبرؑ کی پائنتی ہیں سارے شہید یکجا
عون و حبیب و حُر کا مرقد یہاں نہیں ہے

ہیں در پہ شاہِ دیں کے اپنے بھی بن مظاہر
اس شان کا جہاں میں اِک پاسباں نہیں ہے

پہلو میں مہر کے تُو ستّیرِ قمر دکھا دے
پُر نور تو بھی اتنا اے آسماں نہیں ہے

شہ کہہ دیں یہ محبّ ہے بس! آرزو ہے اتنی
اب دل میں کوئی خواہش اے لامکاں نہیں ہے

مظہر حسن زیدی جونپوری

دین و ایمان

خدا جانے کہاں کا درد ہے میرے فسانے میں
کہ خود بے ہوش ہو جاتا ہوں اکثر میں سنانے میں

سرِ گردوں شفق بن کر نمایاں ہے زمانے میں
رہی ناکام دنیا خونِ ناحق کے چھپانے میں

غمِ فرقت میں جو ہجراں نصیبوں پر گذرتی ہے
وہ کیا سمجھیں مزا ملتا ہو جن کو دل دکھانے میں
عجب درد آفریں ہوتی ہے حالت غم کے ماروں کی
نکل پڑتے ہیں آنسو چشم تر سے مسکرانے میں
غمِ جاناں کو ہم اس واسطے دل سے لگائے ہیں
کہ اس غم سے مدد ملتی ہے ہم کو دل بنانے میں
تصوّر ہے کسی کے روئے تاباں کا شبِ فرقت
رہیں تاریکیاں ناکام سب میرے ستانے میں
خیالِ زلف و رُخ اُنکا بسا ہے دل کی دنیا میں
نئے دن رات قسمت سے ملے ہم کو زمانے میں
غمِ ماضی کے مارو اب سنور جائے گا مستقبل
وہ حسینؑ ابن علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں
زہے قسمت بہارِ بے خزاں آئی زمانے میں
تلاوت کی ادائیں ہیں عنادل کے ترانے میں
شمیمِ جانفزا پھیلی گلِ زہراؑ کی عالم میں
مشیّت ملتفت خود ہے دماغ و دل بنانے میں

سنوارے گا جو زلفِ دین و ایماں اپنی کاوش سے
وہ بچہ آج پیدا ہوگا احمد کے گھرانے میں

مبارک فاطمہؑ زہرا کو وہ مولودِ حق پرور!
لگا دے گا جو تن من دھن کی بازی دیں بچانے میں

علیؑ کا راحتِ جاں، فاطمہؑ کی آنکھ کا تارا
حسنؑ کا قوتِ بازو ضلالت کے مٹانے میں

قمر برجِ امامت کا، شرف پشتِ رسالت کا،
کرم عینِ مشیّت کا، جو ہے سارے زمانے میں

جو اپنے عزمِ محکم میں ہے وہ کوہِ گراں مظہر
شکستہ پا شدہ خود ہے جس کے آزمانے میں

وہ نقابِ رُخ اُٹھاتے تو کچھ اور بات ہوتی
جو وہ بے حجاب آتے تو کچھ اور بات ہوتی

ہے یقیں ظہور ہوگا، یہ ہے امرِ حق بھی لیکن!
مری زندگی میں آتے تو کچھ اور بات ہوتی

انجم تصوری

منظر عباس منظرؔ عظمی

قدر داں

موسم بہار کا ہے دورِ خزاں نہیں ہے
دل ڈھونڈتا تھا جس کو کیا وہ سماں نہیں ہے؟

بلبل کے چہچہوں پر حسنِ بیاں تصدق
یہ نغمۂ خوشی ہے شورِ فغاں نہیں ہے

پھولوں میں تُل رہی ہے کافرادا جوانی
اک شاہدِ حسیں ہے باغِ جہاں نہیں ہے

یہ دور اور یہ مے کش! ساقی نثار تیرے!
سبزہ ہے آب جو ہے رطلِ گراں نہیں ہے

محرومِ جامِ کوثر رکھّے گا مے کشوں کو!
دریا دلی سے تیری اس کا گماں نہیں ہے

اے وہ! کہ جس کے گھر میں آیا اک اور ساقی
کب اپنے میکشوں پر تو مہرباں نہیں ہے

ساغر بکف ہے یہ بھی صہبائے معرفت کا
جس کی نظر سے سازِ قدرت نہاں نہیں ہے

آغوش میں وہ اُس کی بن کر حسینؑ آیا
دنیا میں جس سے بہتر کوئی بھی ماں نہیں ہے

فرشِ زمیں سے لے کر عرشِ بریں کی حد تک
آئے حسینؑ آئے غل یہ کہاں نہیں ہے؟

حوریں ہیں فاطمہؑ ہیں اور فاطمہؑ کا گُلرو
خلدِ نگاہِ حیدرؑ کیا یہ سماں نہیں ہے؟

گوشِ حسینؑ سے ہیں ملحق لبِ پیمبرؐ
وحیٔ حیاتِ نو ہے صوتِ اذاں نہیں ہے

منظر اِک اور مطلع عنوانِ معرفت میں
بے حُسنِ مدحِ حاضر لطفِ بیاں نہیں ہے

جانِ رسولؐ تیرا جو مدح خواں نہیں ہے
میری نگاہ میں وہ اہلِ زباں نہیں ہے

سردارِ انبیاؐ کیوں سجدے سے سر اُٹھائیں
کیا زیبِ دوش تجھ سا آرامِ جاں نہیں ہے؟

اللہ کی رضا کا سودا جو کر چکا ہے
تیری خوشی کا سجدہ اُن پر گراں نہیں ہے

اپنی تو زندگی ہے تیرے ہی تذکرے سے
"وہ کب نام تیرا مولا! وردِ زباں نہیں ہے"

اے لذتِ آشنائے شبیر زبانِ احمدؐ
تیرا بیاں نہیں تو لطفِ بیاں نہیں ہے

جس کا چراغِ منزل نقشِ قدم ہے تیرا
راہِ عمل میں پیچھے وہ کارواں نہیں ہے

جس کی نظر نہیں ہے قربانیوں پہ تیری
انسانیت کا ہرگز! وہ رتبہ داں نہیں ہے

میدانِ کربلا ہے اعلانِ حق ہے تو ہے
تیری نظر میں کچھ بھی یہ این و آں نہیں ہے

ظاہر یہ کر رہی ہے تقریر کی روانی
جانِ رسولؐ گویا تشنہ دہاں نہیں ہے

سوکھی زباں سے جس کی کوثر ابل رہا ہو
کوئی خطیب ایسا رطب اللساں نہیں ہے

تیرا غلام منتظرؔ نازاں ہو کیوں نہ تجھ پر
تجھ سا جہاں میں مولا! اب قدرداں نہیں ہے

ڈاکٹر منظور مہدی منظورؔ

حبل المتین

شبیرؑ کا دلوں میں جلوہ کہاں نہیں ہے؟
یہ نورِ کبریا ہے گو لامکاں نہیں ہے

اس نور کی جہاں میں ہے آج آمد آمد
گیتی سے لامکاں تک شادی کہاں نہیں ہے؟

یثرب کی ہر گلی ہے اس چاند سے منوّر
پُر نور ایسی تو بھی اے کہکشاں نہیں ہے!

ابنائنا کا مقصد یہ لال ہے جہاں میں
بیٹا ہے یہ نبیؐ کا ریب و گماں نہیں ہے

مولودِ بیتِ حق کا بیٹا جہاں ہو پیدا
کعبے سے منزلت میں کم وہ مکاں نہیں ہے

زہراؑ کے نازنیں میں سب وصف ہیں نبیؐ کے
اک منصبِ نبوّت پوچھو تو ہاں نہیں ہے

ہر بادشاہِ دیں کی قرآن کی اک آیت
چشمہ ہے علمِ حق کا گویا زباں نہیں ہے

دیں کو بچا کے شہؑ نے منوا لیا جہاں سے
حق کا سوائے عترت اِک پاسباں نہیں ہے

اسلام کا خزانہ ہے کربلا زمیں پر
حاصل تجھے یہ دولت اے آسماں نہیں ہے!

جاں کی لگا کے بازی یہ جانتے تھے غازی
نصرت ہے یہ شہادت خوفِ زیاں نہیں ہے

باطل کی طاقتوں پر تنہا حسینؑ بھاری
اس مردِ حق کی ہمسر فوجِ گراں نہیں ہے

کہتی تھی لاشِ بے سر کچھ اور آزمائش!
رحمت پکارتی تھی اب امتحاں نہیں ہے

کلمے کی زندگی ہے شبیرؑ کی شہادت
اِعلانِ فتحِ شہؑ ہے بانگِ اذاں نہیں ہے

نیزے پہ سر بلندی کہتی ہے شاہؑ دیں کی
معراج کی ہے منزل نوکِ سناں نہیں ہے

مظلوم کی لحد پر ہیں زائروں کے میلے
ظالم کی قبر تک کا نام و نشاں نہیں ہے

محوِ اذاں ہیں اکبرؑ لہجے میں مصطفٰےؐ کے
کھو جائے جو فضا میں یہ وہ اذاں نہیں ہے

اصغرؑ کی شکل میں ہے بانو کے دل کی دھڑکن
بے چین تشنگی سے غنچہ دہاں نہیں ہے

قیدِ حرم ہے گویا اک سلسلہ عمل کا
حبل المتین حق ہے یہ ریسماں نہیں ہے

خاکِ سیاہ ہوگا ظالم کا قصر جل کر
شعلہ ہے آہِ بیکس خالی دھواں نہیں ہے

ہر دم نہ کیوں ہو لب پر منظورؔ مدحِ سرورؑ
یہ جوش ہے ولا کا زورِ بیاں نہیں ہے

کر دیا تھا محو فاسق نے خدا کے نام کو
آگئی غیرت رسول اللہؐ کے گلفام کو
اک نصیری کو جلایا تھا علیؑ نے اے حسینؑ!
تو نے زندہ کر دکھلایا میتِ اسلام کو

سلامت نجمیؔ

حیاتِ دوام

کب نام تیرا مولا! وردِ زباں نہیں ہے"
تسکین ہے سکوں ہے فکرِ جہاں نہیں ہے

تم کو مکیں بنایا غیروں کا کیا تصوّر
ہر ایک جس میں ٹھہرے یہ وہ مکاں نہیں ہے

غم جب سے تیرا پایا" کیسا سکوں ہے دل کو
غمِ زندگی ہے لیکن لب پر فغاں نہیں ہے

نانا بھتے تھا مدینہ، یہ کربلا ہے مولا!
یہ وہ زمیں نہیں ہے، وہ آسماں نہیں ہے

زیارت کا شوق شعلہ بن کر بھڑک رہا ہے
وہ آگ لگ رہی ہے جس کا دھواں نہیں ہے

جب اُن کے نقشِ پا پر سر رکھ دیا ہے میں نے
اب میرے دل کو فکرِ سود و زیاں نہیں ہے

سب جانتے ہیں مولا شاعر نہیں ہے نجمیؔ
جز منقبت تمہاری شوقِ بیاں نہیں ہے

نظرؔ جعفری

رازِ حقیقت

نظرؔ کون و مکاں گم ہیں مسرت کے ترانے میں
سوارِ دوشِ پیغمبرؐ کی آمد ہے زمانے میں

تاثر تھا وہ کیسا زیرِ خنجر مسکرانے میں
ابد کا رنگ جس نے بھر دیا دیں کے فسانے میں

گھرانا فاطمہؑ کا حاملِ رازِ حقیقت ہے
ازل سے ہے رسالت اور امامت اس گھرانے میں

مجھے بھی لے چلو ہمراہ اپنے قافلے والو!
مجھے بھی ایک گوشہ چاہیئے اس آستانے میں

حسینؑ ابن علیؑ کی یاد سے ہر قلب روشن ہے
نظر آتا ہے یہ جلوہ ہر اک آئینہ خانے میں

نسیم

وصفِ دُلدُل

صابر کو صبرِ سہمِ آزار جاں نہیں ہے
جس طرح رنگِ گُل کا گُل پر گراں نہیں ہے

قرآن معجزہ ہے مانے گی خلق کیوں کر!
نوکِ سناں پہ جب تک نوکِ زباں نہیں ہے

وَالعادیات ضبحاً فالموریات قدحاً
دیکھو یہ وصفِ دُلدُل میرا بیاں نہیں ہے

اب جو بھی منہ بنا کر دیکھے شبیہِ دُلدُل
مشکوک اُس کا ایماں کہہ دو کہ ہاں نہیں ہے!

دل میں حسینؑ کے ہے اللہ کا ارادہ
اب لاکھ امتحاں ہو کچھ امتحاں نہیں ہے

آئے خزاں تو آئے یاں پھول ہی کھلیں گے
یہ باغِ فاطمہؑ ہے باغِ جناں نہیں ہے

لولا علیؑ کے قائل مولا علیؑ کے منکر
کیا اعتبار ان کا ہر وقت ہاں! نہیں ہے

آغوشِ فاطمہؑ میں بچّے نے تلاوت کی
قرآن کا ورق ہے منہ میں زباں نہیں ہے

طوفاں ہے کربلا ہے کشتی ہے ناخدا ہے
اے فاطمہؑ کی بیٹی! اک بادباں نہیں ہے

تمہید ہو رہی ہے عقدہ کشائیوں کی
زینبؑ کے بازوؤں پر یہ ریسماں نہیں ہے

کملی میں ایک سورج دو چاند دو ستارے
ارض و سما میں ایسا دلکش سماں نہیں ہے

قرآن و آل یکساں لیکن دمِ تقابل
اُتری ہے اس کی صورت گویا زباں نہیں ہے

جھولا جھلانے آئیں روح الامیں سنبھل کر
گھر اہلبیت کا ہے یہ لامکاں نہیں ہے

پرچم حسینیت کے لہرا رہے ہیں ہر سو
لیکن یزیدیت کا کوئی نشاں نہیں ہے

وصی فیض آبادی

اجرِ رسالت

کرن پھوٹی مسرت کی محمدؐ کے گھرانے میں
شعاعیں نور کی پھیلیں مگر سارے زمانے میں
حدِ گلشن سے باہر ہیں بہاریں مسکرانے میں
"حسین ابنِ علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں"
نہ جانے درد کتنا ہے نہ جانے پیار ہے کتنا
ترے چہرے پہ نظریں ماں کی وہ جھولا جھلانے میں

عجب تاثیر ہے یہ بھی نبیؐ کے آستانے میں
عبادت کا مزا پائیں فرشتے سر جھکانے میں
حسینؑ ابن علیؑ تجھ کو جو دین کے کام آنا تھا
نبیؐ زادی رہی مصروف تیرے ناز اٹھانے میں
طلب کرنا ہے جو کچھ اہلبیت پاک سے مانگو
تصرف کا انہی کو حق ہے قدرت کے خزانے میں

یہ جلوے حق کے ہیں قربانیٔ شبیرؑ سے ورنہ
خدا کا نام بھی کوئی نہ لیتا اس زمانے میں

بہاریں لوٹنے کی فکر اُدھر صیاد و گلچیں کو
اِدھر اِک باغباں مصروف گلشن کے سجانے میں

ہوا حاصل نہ من مانا تصرف جب گلستاں پر
لگا دی آگ گلچینوں نے جل کر آشیانے میں

ہوائے تند نے کیا کیا نہ اس پر بھی ستم ڈھائے
وہ اِک تنکہ جو باقی رہ گیا تھا آشیانے میں

کیا ہے کیا ادا اجرِ رسالت خود پرستوں نے
چمن شعلوں میں ہے اور باغباں ہے قید خانے میں

چمن اسلام کا اپنے گلوں کے خون سے سینچا
حسینؑ ایسا بھی دل والا نہیں کوئی زمانے میں

بشکلِ لالہ و گل ہے لہو کا ایک اک قطرہ
بہاریں ہی بہاریں ہیں جدھر دیکھو زمانے میں

نہ جانے کربلا تفصیل کی منزل میں کیا ہو گی
ابھی تو سرخیاں ہی سرخیاں ہیں اس فسانے میں

دلِ ہر صاحبِ انصاف میں اس شمع کی لو ہے
حسینؑ ابنِ علیؑ کا نام روشن ہے زمانے میں

ذرا اہلِ طلب کچھ ظرف بھی اپنا بڑھا تو لو!
کمی تو کچھ نہیں ہے میرے مولا کے خزانے میں

مزا پایا تو ہوگا کربلا کی تشنہ کامی کا
پیمبرؐ نے لیا اس کو زباں اپنی چسانے میں

غمِ شبیرؑ میں آنسو دلوں کو نرم رکھتے ہیں
جو یہ آنسو نہ ہوں تو آگ لگ جائے زمانے میں

جبیں جھکتی ہے در پر شہ کے قبلِ سجدۂ خالق
قیامت کی کشش ہے اے وصیؔ! اس آستانے میں

چلی آندھی، غبار اٹھا، فلک لرزا، زمیں کانپی
گھٹا امڈی، گری بجلی تڑپ کر آسمانوں سے
اسے کیا خوفِ طوفاں ہے سفینہ جس کا وابستہ
بہتّر لنگروں سے اور چودہ بادبانوں سے

نسیم امروہوی

وفاؔ

جادۂ حق

یہ کون آیا ہے رشکِ مہرِ حیدرؑ کے گھرانے میں
زمیں سے آسماں تک نور پھیلا ہے زمانے میں

ملک نازاں خدا مصروف ہے نعمت لٹانے میں
"حسینؑ ابن علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں"

نہیں ممکن نہ پہنچے بامِ شہرت پر زمانے میں
ہو شامل نام تیرا ابنِ حیدرؑ جس فسانے میں

حسینؑ ابنِ علیؑ ہی آبروئے دینِ فطرت ہے
خدا کا نام اس کے دم سے روشن ہے زمانے میں

قیامت تک بھٹک سکتا نہیں وہ جادۂ حق سے
حسینؑ ابنِ علیؑ رہبر ہوا جس کا زمانے میں

لہو شامل ہے ہر ذرّے میں جانِ مصطفےٰؐ تیرا
نہ کیوں خاکِ شفا اکسیر کہلائے زمانے میں

بحکمِ رب محبّت ہی وفا اجرِ رسالت ہے
علیؑ و فاطمہؑ شبیرؑ و شبّرؑ کی زمانے میں

ہے محبت کربلا کے ہر جوان و پیر سے
خانۂ دل میں چراغاں ہے غمِ شبیرؑ سے
ہو گیا ناری سے نوری جانبِ شہ جب بڑھا
مرتبہ ملتا ہے حُرؑ کو یہ درِ شبیرؑ سے

سید مصطفےٰ حسین ہمدم فیض آبادی

زمینِ کربلا

کہاں اس کے چار تنکے یہ لگے ہیں آشیانے میں
فلک کو بھی مزہ آتا ہے اب بجلی گرانے میں
گذر جائے اگر یہ عمر بھی پڑھنے پڑھانے میں
کمی ہوتی نہیں کچھ بھی مگر علمی خزانے میں
بسے ہیں دل کی دنیا میں وہ اس دنیا کو کیا سمجھیں
جہاں دل خون ہو جاتا ہے اکثر مسکرانے میں
قدم اٹھتے ہیں انساں کے پہنچ جاتا ہے منزل پر
خدا جانے کشش کیسی بھری ہے آب و دانے میں

عنادل کے ترانے ہیں صبا بھی کہتی چلتی ہے
"حسینؑ ابنِ علیؑ کی آج آمد ہے زمانے میں"

امامت نسل میں اِس کی رہیگی اب قیامت تک
محمدؐ کہتے جاتے ہیں زباں اپنی ہِلانے میں

ضعیفی میں جوانمردی دکھائیگا قیامت کی
عجب بچہ ہوا پیدا محمدؐ کے گھرانے میں

جہاں کی پاک چیزیں ہیں مرا اِک سودا ہے عقبیٰ کا
بتادو کیا نہیں ملتا حسینی کارخانے میں؟

محمدؐ ہی محمدؐ کا رہا اسلام پر احساں
کبھی اس کو بڑھانے میں کبھی اس کو بچانے میں

قلم سے بھی زباں سے بھی یزیدیت دکھاتے ہیں
حسینیت کا پھر بھی بول بالا ہے زمانے میں

لگادی جان کی بازی بہتر باغبانوں نے
زمینِ کربلا کو گلشنِ جنت بنانے میں

زباں پر نام ہو تیرا رہے اِک ہاتھ سینے پر
یہی صورت رہے ہمدم کی اس دنیا سے جانے میں

ڈاکٹر یاور عباس یاور دہلوی

جوہرِ عیاں

کچھ تذکرہ نہیں ہے کچھ داستاں نہیں ہے
ہم اہلِ دل کے منہ میں شاید زباں نہیں ہے

اب تک زبانِ دل کو سمجھا نہیں زمانہ
اب تک مذاقِ غم کا چرچا یہاں نہیں ہے

اب تک فضائے عالم بدلی نہیں ہے شاید
اب تک شعورِ انساں شاید جواں نہیں ہے

پرکھا نہیں خرد نے نقدِ یقیں کو اب تک
بجلی گری چمن میں لیکن دھواں نہیں ہے

اب تک شعورِ غم کے قابل نہیں زمانہ
قلبِ عرض میں اب تک جوہر عیاں نہیں ہے

بے فکر ہو چکے ہیں لتنے حقیقتوں سے
جیسے کہ اِس زمیں پر اب آسماں نہیں ہے

خاکہ سارہ گیا ہے اسلام کا زمیں پر
جس میں کہ رنگِ حسنِ فطرت عیاں نہیں ہے

کہدو بہار سے اب دامن بچا کے گذرے
پھولوں کا آج کوئی گاہک یہاں نہیں ہے

خوش ہو کے لوگ کانٹے دامن میں بھر رہے ہیں
پھولوں کا ذکر بھی اب تسکینِ جاں نہیں ہے

لیکن مجھے تو دیکھو آواز دے رہا ہوں
دو آنسوؤں میں جنت! ایسی گراں نہیں ہے

آؤ! میں سوزِ غم کی تصویر بیچتا ہوں
کیا جنسِ غم کا کوئی گاہک یہاں نہیں ہے

اٹھو! نمازِ الفت پڑھنے کا وقت آیا
شعبان کی تیسری کیا عیدِ فغاں نہیں ہے

یا دوستوں کے دل ہی پتھر ہوئے ہیں یاور
یا اب بیانِ غم کے قابل زباں نہیں ہے

منظر عباس منظرؔ عظیمی

شعورِ زندگی

زہے ہمت بلائیں اپنے سر لے کر جہاں بھر کی
شہیدِ عشق صادق نے محبّت کی مہم سر کی

شہیدِ عشقِ صادق نے کیا اس کامیابی پر
وہ سجدہ ایک سجدہ بن گیا معراج جو سر کی

وفاداری کے محضر پر وہ مہرِ آخری سجدہ
تصدّق ہو گئی جس پہ بضاعت زندگی بھر کی

وہ سجدہ کیا ادا اس نے کیا دراصل یہ کہئیے
شہیدِ عشق نے دل رکھدیا چوکھٹ پہ دلبر کی

وہ دل گنجائشِ کونین تھی جس دل میں یوں جیسے
سمائی بائے بسم اللہ کے نقطے میں دفتر کی

وہ دل ہے دل حسینؑ ابن علیؑ سے بطلِ اعظم کا
کہ جن کے پنجۂ محکم میں قوت دستِ حیدرؑ کی

حسینؑ ابن علیؑ غازی وہ میدانِ شجاعت کے
اکیلے ہی جو کافی تھے جہاں حاجت تھی لشکر کی

حسینؑ ابن علیؑ ہادی وہ اربابِ محبت کے
جنھوں نے سر سے چل کر منزلِ عشقِ خدا سر کی

حسینؑ ابنِ علیؑ آکر جنھوں نے ماہ شعباں میں
تجلّی ماہِ شعباں کو عطا کی مہرِ انور کی

سیوم کو ماہِ شعباں کی وہ کتنی دھوم سے آئے
تمنا بن کے زہراؑ کی دعا لے کر پیمبرؐ کی

وہ آئے اور روئے حرّیت پر آب و تاب آئی
وہ آئے اور لَو کا نپی چراغِ فتنہ و شر کی

وہ آئے اور جبینِ آمریت پر عرق آیا
وہ آئے اور ملوکیّت کے قدموں سے زمیں سر کی

وہ آئے اور اُبھرا آفتابِ صبحِ بیداری
وہ آئے اور قسمت جاگ اُٹھی دینِ پیمبرؐ کی

مبارک اُن کا آنا ہم سے رندانِ مودّت کی
نظر جن کی ہے پیاسی ساغرِ تسنیم و کوثر کی

وہ ساغر دلربا ساغر کہ جس ساغر میں مستی ہے
ولائے آل کی حُبِّ نبیؐ کی عشقِ داور کی

وہ ساغر! حق نما ساغر کہ جس ساغر سے ٹکرائیں
نگاہیں حضرت عمّار کی سلماں کی بوذر کی

وہ ساغر! کیف زا ساغر کہ جس ساغر سے جی اُٹھیں
امنگیں مالکِ اشتر سے زور آور کی قنبر کی

عطا ہو ساقیا بہرِ خدا ہم کو وہی ساغر!
ذرا دیکھیں بہاریں ہم بھی کیفِ ہوش پرور کی

مبارک ساقیا! یہ دوسرا پیارا حسینؑ بچہ
خدا رکھے ادوبالا ہو گئی رونق ترے گھر کی

حسینؑ ابن علیؑ جیسا کہاں کوئی حسیں بچہ
مجسّم حُسن حوریں لیں بلائیں جس سمنبر کی

ہمیں پر کیا مبارکباد دینے کو نہیں آئے
ملائک چھوڑ کر منزل فرازِ عرشِ داور کی

کہوں کیا ساعتِ مسعود وہ دلچسپ تھی کتنی
ولادت جب ہوئی نامِ خدا دلبندِ حیدرؑ کی

زچہ خانہ حسینؑ ابنِ علیؑ کا بن گیا جنت
خوشی کی لہریں دوڑی کہ جیسے موجِ کوثر کی

وہ لیعار رنگِ رخ میں جس کے عکسِ باغ جنّت تھا
میسّر جس کو سرداری تھی حورانِ سمنبر کی

بڑھی شہزادۂ جنّت کے استقبال کی خاطر
محبّت کی نظر کس شوق سے اُس نے نچھاور کی

حسینؑ ابنِ علیؑ کو باپ کا ترکہ ہوا حاصل
کہ پہلے شیرِ مادر سے زباں چوسی پیمبرؐ کی

جب اُن کے گوشِ اطہر میں اذاں کہنے کا وقت آیا
شعورِ زندگی نے دی صدا اللّٰہ اکبر کی

بیاں حالِ ولادت جو بھی ہونا تھا ہوا منظر
بعنوانِ دگر ہو مدح اب سبطِ پیمبرؐ کی

عزیز اللّٰہ کو خاطر تھی کیا سبطِ پیمبرؐ کی
کہ اُن کے نام پر فطرس کو دیدی بھیک شہپر کی

اسی کے حکم سے ہرنی نے اپنے پیار کی دولت
سراپا ناز کے چشمِ غزالیں پر نچھاور کی

یہ رفعت ہے خداداد اے سراپا ناز کیا کہنا!
کہ تو کاندھے پہ اور سجدے میں پیشانی پیمبرؐ کی

ہوئے یکجا تری صورت میں ٹکڑے نورِ واحد کے
شباہت نصف احمدؐ کی ہے تجھ میں نصف حیدرؑ کی

ہوئیں سیرت سے تیری اے شبیہِ دیں عیاں تینوں
حسنؑ کی فاطمہؑ زہرا کی حیدرؑ کی پیمبرؐ کی

جہادِ نفس وہ جس سے مسخر ہو گئی دنیا
قسم اس صلح مستحسن کی جس نے اک مہم سر کی

توکل وہ کہ جس پر شوکتِ شاہی تصدق ہو
قسم نورانیت میں جذب پیوند دارِ چادر کی

بسالت وہ کہ سیکھے جنگ کے گر یوں کو جو تینگے
قسم تینوں کے سایے میں شبِ ہجرت کے بستر کی

صداقت وہ کہ دشمن سے بھی اپنا کلمہ پڑھوا لے
قسم تبلیغ کے میداں میں سعیٔ صدق پرور کی

مُلا! بارِ دگر پھر کربلا، اے کربلا والے!
تری چوکھٹ ہو پھر اور ہو جبینِ سجدہ منظر کی

حسین نظر

آئینِ زندگی

پرچم حسینیت کا جس کا نشاں نہیں ہے
لاریب راہِ حق پہ وہ کارواں نہیں ہے
جو مرکزِ نگاہِ برقِ تپاں نہیں ہے
اے ہمزباں ہمارا وہ آشیاں نہیں ہے
خونِ حسینؑ تو نے وہ زندگی عطا کی
اب گلشنِ نبی کو خوفِ خزاں نہیں ہے
ہر دور زندگی کا گذرا ہے امتحاں میں
کب امتحاں نہیں تھا کب امتحاں نہیں ہے
کیا خاک شیخ تو نے سمجھا ہے کربلا کو
آئینِ زندگی ہے یہ داستاں نہیں ہے
کیا لطفِ ضبطِ غم ہے پوچھو ہمارے دل سے
دل ہے کہ جل رہا ہے لیکن دھواں نہیں ہے
جس در کے پاسباں ہوں ابلیس کے پجاری
ہم بوترابیوں کا وہ آستاں نہیں ہے

اعدائے دین! تم نے روکا ہزار لیکن!
ذکرِ حسینؑ دیکھو! کس جا کہاں نہیں ہے؟

کس کو کہتے ہیں وفا سمجھا دیا عباسؑ نے
مرنے جینے کا سبق سکھلا دیا عباسؑ نے
واہ رے شانِ شجاعت واہ رے دریا دلی
فتح کر کے نہر کو ٹھکرا دیا عباسؑ نے

حسین نظر

مشتاق حسین ترمذی مشتاق

شیریں زباں

بدبخت ہے وہ انساں کچھ اس میں جاں نہیں ہے
جو مدحِ شاہِ دیںؑ میں رطب اللساں نہیں ہے
دن رات کی عبادت کچھ بھی نہ کام دے گی
اولادِ مصطفٰےؐ کا گر رتبہ داں نہیں ہے
تاریخ داں ہے بیٹھے کیسے زباں نہ کھولوں
دوات اور قلم کا کیا وہ بیاں نہیں ہے

احمدؐ کے بعد حیدرؑ حیدرؑ کے بعد گیارہ
یہ ہیں امام برحق اس میں گماں نہیں ہے

وہ کربلا کا منظر پیاسوں کی وہ لڑائی
تاریخ آب و گل میں ایسا سماں نہیں ہے

انساں کا ذکر کیا ہے جنّ و ملک ہیں تابع
کیا شہؑ کی دسترس میں کون و مکاں نہیں ہے

تعریف میں کسی کی کتنا ہی زور ماریں
بے مدحِ آلِ احمدؐ لطفِ بیاں نہیں ہے

مقتل میں شاہِ دیںؑ نے جب ذوالفقار کھینچی
دشمن پکار اُٹھے اب جاں کی اماں نہیں ہے

کوئی نہیں ہے منکر عظمت کا شاہِ دیںؑ کی
کیا اُن کا دل پہ سب کے سکّہ رواں نہیں ہے؟

عبّاسؑ اور وفا اب اک نام رہ گئے ہیں
عبّاسؑ کی وفا کا شہرہ کہاں نہیں ہے

ہر زخم کہہ رہا ہے کچھ اور زخم لگتے
انصارِ شاہِ دیںؑ پر مرنا گراں نہیں ہے

زینبؑ یہ رو کے بولیں بچو ابھی سدھارو!
کیا تم سے بڑھ کے بولو قاسم کی جاں نہیں ہے
کیوں کر اٹھائیں لاشہ میّت جوان کی ہے
اکبرؑ سا دو جہاں میں کڑیل جواں نہیں ہے
ہر سو یہ شور اٹھا لڑنا ذرا سنبھل کے
عباسؑ سا جہاں میں شیر ژیاں نہیں ہے
مشتاقؔ کو عطا ہے نطق سخن کی طاقت
مشکل کشا کا بندہ عاجز بیاں نہیں ہے

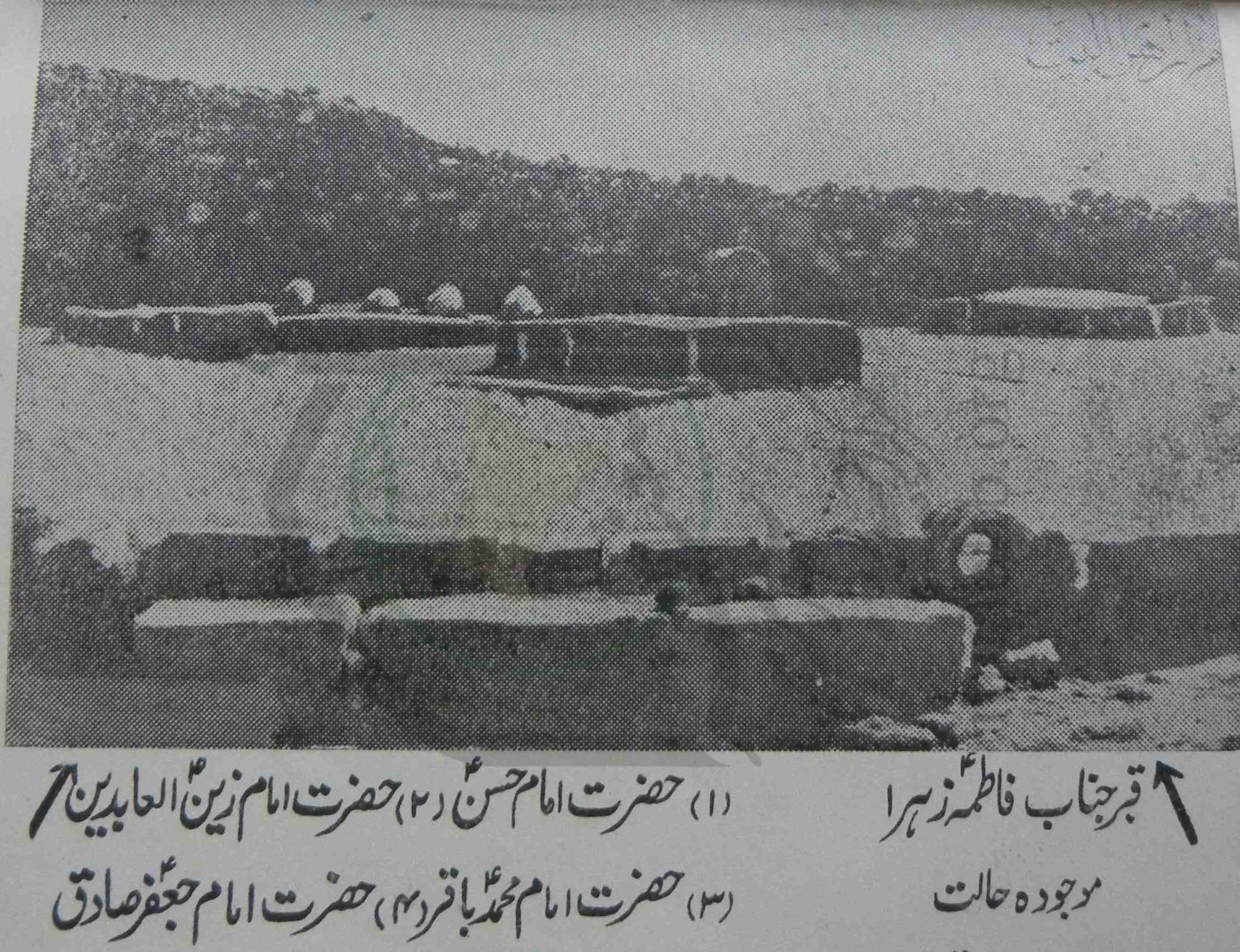
انسانیت میں پھونک دی عزم و عمل کی روح
انسانیت کو فخرِ محبت کو ناز ہے
ہاتھوں میں آبِ سرد لبوں پر ہے تشنگی
عباسؑ کی وفا پہ امامت کو ناز ہے

احسان امروہوی

جنّت البقیع

یہ کتاب بارگاہِ سیدۂ فاطمۃؑ زہراؑ میں بطور نذرانہ پیش کی جاتی ہے۔ دعا ہے کہ اس حقیر نذرانے کو شرفِ قبولیت حاصل ہو اور یہ باعثِ نجات ثابت ہو۔ ناظرین کتاب ہذا دعا فرمائیں کہ مزاراتِ مقدسہ جن کے قدیم و جدید عکس پیشِ نظر ہیں کو از سرِ نو تعمیر کرنے کا موقع میسر آئے اور ساتھ ہی ساتھ ان مزارات مقدسہ کی زیارت پر جو پابندیاں عائد ہیں جلد از جلد ختم ہوں تاکہ مومنین کرام زیاراتِ آئمہ سے مشرف ہو سکیں۔ آمین ثم آمین

محمد جعفر حاجی نذر علی و برادران



قبر جناب فاطمہؑ زہرا

موجودہ حالت

جنت البقیع

(۱) حضرت امام حسنؑ (۲) حضرت امام زین العابدینؑ

(۳) حضرت امام محمد باقرؑ (۴) حضرت امام جعفر صادقؑ

قبور آئمہ طاہرین